فقہ السنہ کتاب الطہارت

طہارت کے مسائل

تالیف

السید سابق

حافظ ... ا...

ابو ... ...

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فقہ السنۃ

کتاب الطہارت

طہارت کے مسائل

تالیف

السید سابق

ترجمہ وتخریج

حافظ محمد اسلم شاہدروی

تقریظ

ابوضیا محمود احمد غضنفر

حدیبیہ پبلیکیشنز

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون ۷۲۴۲۶۰۲

نام کتاب .... طہارت کے مسائل

مولف .... السید سابق

ترجمہ .... حافظ محمد اسلم شاہدروی

تعداد .... ایک ہزار

قیمت .... [illegible] روپے

ناشر .... سمیع اللہ

مطبع .... موٹروے پریس

فہرست موضوعات

ائمہ اربعہ

تمہید

طہارت

جوٹھا

نجاست

سنن فطرت

وضو

وضو کی سنتیں

وضو کے نواقض' وضو توڑنے والی چیزیں

جو چیزیں وضو نہیں توڑتیں

جن چیزوں کے لیے وضو واجب ہوتا ہے

جن چیزوں کے لیے وضو مستحب ہے

موزوں پر مسح

غسل

جو چیزیں جنبی پر حرام ہیں

غسل مستحب کی اقسام

ارکانِ غسل

غسل کی سنتیں

پٹی وغیرہ پر مسح

حیض

نفاس

استحاضہ

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ﴾ (القرآن الكريم)

”اور جو چیز پیغمبر ﷺ تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) رُک جاؤ“۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم

تقریظ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ وَ بَعْدُ.

زیرنظر کتاب السید سابق کی مشہور و معروف کتاب ''فقہ السنة '' کی ''کتاب الطہارت '' کا اردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ کے فرائض حافظ محمد اسلم شاہدروی نے سرانجام دیے ہیں۔ موصوف کے قلم سے مشکاۃ المصابیح اور موجبات الجنة جیسی کتابوں کے تراجم منظر عام پر آ کر دادِ تحسین وصول کر چکے ہیں۔ فقہ السنة کی کتاب الطہارت چونکہ وفاق المدارس کے نصاب میں داخل ہے۔ لہٰذا طلبہ کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کو اُردو قالب میں ڈھالنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو شائع کرنے کا اعزاز حدیبیہ پبلیکیشنز کو حاصل ہوا ہے۔ اُمید ہے یہ کتاب طلبہ کے علاوہ اہل علم کے لیے بھی افادے کا باعث بنے گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مترجم اور ناشر کے اس کام کو شرف قبولیت سے نوازے۔

وصلی اللہ علی النبی محمد و آله و اصحابه وسلم

ابوضیاء محمود احمد غضنفر

۱۸۔ جون ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

تمام تعریفیں ربّ ذوالجلال کے لیے ہیں۔ درُود وسلام جناب محمد کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر اللہ کی رضا اصحاب محمدؐ پر اور اس کی رحمتوں کا نزول ائمہ دین پر۔ حمد وصلاۃ کے بعد:

گزارش یہ ہے کہ فقہ اسلامی کی عظیم کتاب ''فقہ السنہ'' کا اردو ترجمہ عام قارئین اور طلباء کے لئے پیش خدمت ہے۔ سید سابق کی یہ کتاب کسی مخصوص فقہی مسلک کی حمایت اور ترجمانی نہیں کرتی۔ عامۃ الناس اس کتاب کو ''طہارت کے مسائل'' کے حوالہ سے بہت مفید پائیں گے۔ اس موضوع پر ایسی مفید اور باحوالہ کتاب اردو میں شائد پہلے موجود نہ ہو۔ ہمیں اس بات کی بھی خوشی ہے کہ اس کتاب کے ترجمہ کے لئے ہمیں اپنی جماعت کے معروف عالم دین' ادیب اور مترجم جناب حافظ محمد اسلم شاہدرویؔ کی خدمات میسر آ گئیں ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہماری درخواست کو قبول کیا اور کتاب کا عام فہم اور خوبصورت ترجمہ عوام کے لئے پیش فرمایا۔ نیز کتاب میں موجود احادیث مبارکہ کی تخریج کی اور جہاں بات سمجھانے کی ضرورت تھی حاشیہ میں بات کی توضیح بھی کر دی۔ شروع میں ایک مفید اور طویل علمی مقدمہ اس پر مستزاد ہے۔ ہم امور ادیب اور مؤلف جناب مولانا محمود احمد غضنفر صاحب کے بھی شکر گزار ہیں جنھوں نے اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت ہمارے لیے نکالا اور کتاب پر تقریظ لکھی۔ فجزاھما اللہ خیر الجزاء۔

میں اپنے برادر گرامی جناب عمر فاروق قدوسی صاحب کا بھی بے حد شکر گزار ہوں جن کی راہنمائی اور مشورے اس کتاب کی تیاری کے تمام مراحل میں میرے شامل حال رہے۔

ہم قارئین کو یہ بتاتے ہوئے بھی خوشی محسوس کر رہے ہیں کہ اس سلسلہ کی ''کتاب الصلاۃ'' بھی بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اگر اس میں کچھ کمی پائیں تو ہمیں مطلع فرمائیں۔ نیز ناشر' مؤلف' مترجم اور دیگر متعلقین کو اپنی پرخلوص دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ شکریہ

محتاج دُعا : سمیع اللہ

حدیبیہ پبلیکیشنز ، رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ المُرسَلِینَ.
وَعَلٰی آلِہٖ وَ صَحبِہٖ وَمَن تَبِعَھُم بِاِحسَانٍ اِلٰی یَومِ الدِّینِ وَبَعدُ!

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ (سورۃ المائدہ : ٤٨)

یعنی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شرع اور نہج کو مقرر فرمایا ہے''۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

''شرعۃ اور شریعت اس واضح راستے کا نام ہے جس کے ذریعہ سے نجات تک پہنچا جا سکے''۔ (دیکھیے الجامع الأحکام القرآن: ٦/٢١١)

علامہ ابن کثیر اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس میں امتوں کے مختلف ادیان کی خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو احکام مختلف دیئے لیکن توحید میں وہ متفق تھے۔ اوامر و نواہی میں شرائع مختلف رہے۔ ایک چیز کسی شریعت میں حرام تھی تو دوسری میں حلال کر دی گئی۔ اگر کسی کے ہاں تخفیف تھی تو دوسروں کے ہاں شدت کر دی گئی''۔ (انتہی)

اللہ تعالیٰ نے شریعت کو نازل فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کے ذمہ اس کی توضیح لگا

دی۔ پھر علماء جو انبیاء کے وارث ہیں۔ انہوں نے بھی تفہیم دین کا فریضہ مختلف ازمان میں مختلف انداز سے ادا فرمایا۔ ایک طریقہ باقاعدہ ترتیب کے مطابق حدیث وفقہ کی تدوین کا ہے جس میں بہت کام ہوا ہے۔ زیر نظر کتاب کا فقہِ اسلامی میں ایک اہم مقام ہے جس کا میں نے ترجمہ کیا ہے۔ دورحاضر کے مروج طریقہ کے مطابق کسی بھی کتاب کا مقدمہ کسی معروف اہل علم سے لکھوایا جاتا ہے۔ یہاں بھی ارادہ تو ایسا تھا لیکن کان ماشاء الله وما لم يشاء لم يكن کے مصداق ایسا ہو نہ سکا اور ناچیز مترجم کو ہی اس کا مقدمہ لکھنا پڑا۔ اس کے لیے وقت بھی بہت کم مل سکا لہٰذا جلدی میں چند باتیں لکھ دی ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

فقہ:

لغت میں فقہ کا معنی فہم وادراک ہے۔ جبکہ اصطلاح شرع میں فقہ کا اطلاق اس خاص فہم پر ہوتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (ﷺ) کی ضیاء پاشیوں سے مأخوذ ہو۔ علمائے کرام نے فقہ کے معنی ومفہوم میں قدرے تفصیل بھی فرمائی ہے لیکن جو ہم نے عرض کیا ہے خلاصۃً سب کے ہاں یہی معتبر ہے۔ قرآن کریم میں ''فقہ'' مصدر سے جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ ذیل کی آیت مبارکہ میں واضح ہے:

﴿ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴾ (سورہ التوبہ : ۱۲۲)

''پس (مومنوں کے) ہر گروہ سے کیوں نہ ایک جماعت نکل آئی وہ دین کو سمجھیں اور جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹیں تو اُن کو ڈرائیں تاکہ وہ (برائیوں سے) بچ جائیں''۔

جب کہ حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين)). (متفق عليه)

''جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتے ہیں اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں''۔

فقہ کی ضرورت:

عہد رسالت مآب علیہ السلام میں اسلام کا دائرہ حدود عرب تک محدود تھا قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام مسائل اخذ فرماتے۔ مشکل مقامات کی خود رسول کریم ﷺ توضیح فرما دیتے لہٰذا اس دور میں فقہ کی حدود و قیود متعین نہ کی گئیں۔ ازاں بعد جب اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا گیا مختلف زبانوں اور مکانوں کے لوگ مشرف باسلام ہوئے تو شریعت جس کے مآخذ اصلیہ (قرآن و حدیث) عربی میں تھے انہیں سمجھنے کی ضرورت پیش آئی۔ زمانہ کے تغیر و ترقی سے خود اہل عرب کو بھی بعض جدید پیش آمدہ مسائل کو سمجھنے کی ضرورت پیش آتی تھی لہٰذا ''فقہ'' کو ایک باقاعدہ علم وفن کا درجہ مل گیا۔

فقہ اسلامی کے مآخذ:

فقہ اسلامی بالفاظ دیگر شریعت اسلامیہ کے اصلی مآخذ دو ہیں۔

❶ کتاب اللہ اور ❷ سنت رسول اللہ ﷺ

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ﴾

''تم اللہ کی اطاعت کرو اور تم رسول کی اطاعت کرو''۔

نیز حدیث شریف میں ارشاد ہے:

((ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله و سنتی)). (مؤطا امام مالک : کتاب القدر)

''میں نے تم میں دو چیزوں کو چھوڑا ہے جب تک ان دونوں کو تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہو سکو گے (ایک) اللہ کی کتاب ہے اور (دوسری) میری سنت''۔

لہٰذا: فقہ اسلامی کے اصل ماخذ دو ہیں جبکہ

3. اجماع۔
4. قیاس۔
5. استحسان وغیرہ تبعی مآخذ ہیں۔یعنی ان میں سے کوئی اگر اصلی مآخذوں کے تابع ہوگا تو شریعت کا مآخذ قرار پائے گا ورنہ نہیں۔

فقہ اسلامی کے ادوار:

شیخ محمد الخضری کی تحقیق کے مطابق فقہ اسلامی پر اب تک چھ دور گزر چکے ہیں۔

1. فقہ بعہد حیات رسول کریم ﷺ: یعنی یہ وہ زمانہ ہے جو فقہ کا اصلی ماخذ ہے۔
2. فقہ بعہد کبار صحابہ رضی اللہ عنہم: یہ زمانہ خلفاء راشدین کے دور تک ہے۔
3. فقہ بعہد صغار صحابہؓ و تابعینؒ: یہ زمانہ پہلی صدی ہجری کے قریب قریب ختم ہو جاتا ہے۔
4. وہ زمانہ جب فقہ نے باقاعدہ ایک علم کی صورت اختیار کر لی اور بہت سے علماء نے بطور فقیہ شہرت پائی یہ دور تیسری صدی ہجری کے آخر تک رہا۔
5. وہ زمانہ جب مسائل کی تحقیق کے لیے گرما گرمی دیکھی گئی اور بہت سی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ یہ دور بغداد میں خلافت عباسیہ کے زوال تک چلتا رہا پھر اس کا خاتمہ ہوگیا۔
6. فقہ بزمانہ تقلید محض: پانچویں دور کے بعد یہ شروع ہوا اور آج تک قائم ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں کچھ اسی انداز میں تفصیلی اشارات دیے ہیں۔اور آپ کو اس کتاب کے مؤلف السید سابق رحمہ اللہ کے مقدمہ میں بھی کچھ اشارات ملیں گے۔

فقہی مسالک:

فقہی مسالک میں سے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور ظاہری مسلکوں نے بہت شہرت پائی ہے۔ان مسالک سے متعلق لوگ ہر دور میں اپنے اپنے مسلک کی تائید میں

کتابیں لکھتے رہے اور اپنے اپنے انداز میں فقہ کی خدمت کرتے رہے۔ لیکن یہ بات بھی طے ہے کہ ہر دور میں ایسے علماء کرام کی ایک بڑی یا چھوٹی تعداد ضرور موجود رہی جو ان تمام مسالک سے ہٹ کر شریعت کے مآخذ اصلیہ یعنی قرآن وسنت کی راہنمائی میں لوگوں کو اللہ کا دین سمجھاتے رہے اور فقہ اسلامی کی صحیح خدمت انجام دیتے رہے۔ مؤخر الذکر اور ظاہر یہ کہ علاوہ یعنی ائمہ اربعہ کی فقہ کے داعی ہر دور میں تقلید جامد کے داعی بنتے گئے جس سے طبیعتوں کو خوشی کی بجائے نفرتیں ملیں۔ قرب کی بجائے بعد پیدا ہوا اور بسا اوقات ایک فقہ کے ماننے والے دوسری فقہ کے ماننے والوں کو کافر تک کہہ گئے۔ العیاذ باللہ.

جبکہ مؤخر الذکر علماء نے تقلید کا ردّ کیا قرآن وحدیث کی پیروی پر زور دیا اور لوگوں پر واضح کیا کہ تقلید عقلاً اور شرعاً روا نہ ہے۔

ائمہ اربعہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

نعمان بن ثابت ۸۰ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے زندگی کا زیادہ حصہ کوفہ میں گزارا۔ تاہم پھر بھی چند تابعین سے شرفِ تلمذ حاصل کیا حضرت عطاء بن ابی رباح اور نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ و دیگر علماء آپ کے اساتذہ میں سے ہیں آپ کوفہ میں ریشمی کپڑے کی تجارت بھی کرتے تھے۔ کاروبار اور معاملے کی سچائی میں مشہور تھے۔ آپ کے بہت سے شاگرد ہیں۔ جن میں قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم محمد بن الحسن الشیبانی اور امام زفر نے زیادہ شہرت پائی آپ کا اور آپ کے شاگردوں کا تقریباً دو تہائی مسائل میں اختلاف بھی مشہور اور موجود ہے۔ حضرت سفیان ثوری شریک بن عبداللہ النخعی اور محمد بن عبدالرحمٰن جو ابن ابی لیلیٰ کے نام سے مشہور تھے آپ کے کوفہ کے اہم معاصرین میں سے ہیں۔ آپ کو فقہ میں مہارت حاصل تھی۔ بہت

نیک سیرت تھے۔ عہدۂ قضاء اور سرکاری ذمہ داری قبول نہ کرتے تھے اس وجہ سے آپ کو وقت کے خلفاء کی ناراضگی بھی برداشت کرنا پڑی۔ ۱۵۰ھ میں آپ نے وفات پائی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر آپ کا نام ونسب ہے۔ ابو عامر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں۔ آپ ۹۳ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے عبدالرحمٰن بن ہرمز، نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن شہاب زہری سے تعلیم حاصل کی۔ آپ بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ آپ کی کتاب مؤطا امام مالک جو حدیث وفقہ کا مجموعہ ہے نے بڑی شہرت پائی۔ آپ کی مجلس علم بہت بڑی تھی ہزاروں لوگوں نے آپ کی شاگردی اختیار کی۔ آپ امام دارالہجرت کے لقب سے مشہور ہوئے۔ بعض لوگوں کے نزدیک جس حدیث شریف میں مدینہ کے ایک عالم کا ذکر ہے ''جس کی طرف لوگ سفر کرکے آئیں گے اس سے مراد امام مالک ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بُستان المحدثین'' (فارسی) میں آپ کا تذکرہ محبت بھرے الفاظ میں نہایت تفصیل سے کیا ہے۔ ۱۷۹ھ میں آپ نے وفات پائی۔

امام شافعی:

ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی آپ کا نام ہے۔ ۱۵۰ھ میں صوبہ عسقلان میں پیدا ہوئے۔ پیدائش سے چند ایام بعد آپ کے والد کی وفات ہوئی اور آپ یتیم ہو گئے آپ نے شیخ الحرم مسلم بن خالد الزنجی کی شاگردی اختیار کی۔ یتیمی کے ساتھ ساتھ گھر میں غریبی بھی تھی لہٰذا حصول معاشی کے لیے یمن میں مختلف کام بھی کرتے رہے آپ نے کاروبار اور تعلیم وتعلم کے لیے زندگی کا زیادہ تر حصہ سفروں میں گزارا۔ حدیث وفقہ میں مہارت کے ساتھ ساتھ آپ کو ادب سے بھی گہرا لگاؤ تھا آپ سے بلند پایہ عربی اشعار منقول ہیں۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا۔ ۲۰۴ھ میں آپ

نے مصر میں وفات پائی۔

امام احمد بن حنبل:

آپ کی نسبت الشیبانی ہے۔ بغداد میں ۱۶۴ھ کو پیدا ہوئے سفیان بن عیینہ وغیرہ محدثین کی شاگردی اختیار کی۔ آپ کو کثرت سے احادیث حفظ تھیں اور فتویٰ بھی بمطابق حدیث شریف دیا کرتے تھے لہٰذا آپ امام اہل حدیث مشہور ہوئے۔ فقہ کی تعلیم آپ نے امام شافعی سے بھی حاصل کی آپ کی کتاب ''مسند احمد'' میں چالیس ہزار سے زائد احادیث ہیں۔ مسئلہ خلق قرآن میں آپ کی سخت آزمائش ہوئی اور تقریباً سولہ (۱۶) برس جیل میں رہے۔ اس استقلال پر آپ کو امام العلماء کا شرف اور درجہ حاصل ہوا۔ آپ نے ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔ اس زمانہ میں ذرائع ابلاغ نہ ہونے کے برابر تھے لیکن پھر بھی آپ کے جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ آپ کے جنازہ کے روز بغداد شہر کی گلیوں میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ بہت سے غیر مسلم آپ کا جنازہ دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ رحمہ اللہ علیہم اجمعین۔

ائمہ اربعہ کے مختصر حالات ہم نے درج کیے ہیں۔ اِن کے علاوہ بھی بہت سے ائمہ نے فقہ میں شہرت پائی لیکن ہم خوف طوالت سے صرف چار کے ذکر پر اکتفاء کر رہے ہیں۔

اُصولِ فقہ:

اصول اصل کی جمع ہے جس کا معنی جڑ اور بنیاد ہے اور فقہ کا مفہوم آپ پڑھ چکے۔ اصطلاحاً اصول فقہ ان قواعد کا نام ہے جن کی رُو سے مسائل شرعیہ فرعیہ کو اُن کے ادلہ تفصیلیہ سے معلوم کیا جائے۔ اصول فقہ کو پڑھنا اور ان قواعد کو یاد رکھنا ہر طالب علم کے لیے ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر دین کی کما حقہ سمجھ آنا ممکن نہیں۔ بعض شدت پسند جنہیں فقہ حنفی کی بعض خامیوں کی اطلاع کی بناء پر ''فقہ'' سے ہی مخالفت ہو جاتی ہے وہ اصول فقہ کو پڑھنا بھی ناپسند کرتے ہیں۔ حالانکہ فقہ اور اصول

فقہ کی مخالفت کا مطلب ان کی ضد یعنی جہالت کی حمایت اور اس پر کاربند رہنے پر اصرار ہے۔ اصول فقہ کا تعلق صرف مروجہ فن فقہ سے نہ ہے بلکہ اس کا تعلق تو عمومی طور پر فہم دین سے ہے لہٰذا اصول فقہ کو جاننے والا فن فقہ سے پہلے قرآن کریم اور حدیث شریف کو بخوبی جاننے والا سمجھنے لگتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ کہ اصول فقہ سے ناآشنا شخص قرآن وحدیث کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔

فقہ اور اُصولِ فقہ میں جدّت:

فقہ اور اُصولِ فقہ میں ہر دور میں علماء کرام اور فقہاءِ امت نے بہت سی مفید تالیفات اہل اسلام کو عطا فرمائیں لیکن مذاہب اربعہ والے فقہ کی طرح اصول فقہ میں بھی اپنے مسالک کی حمایت اور تعصب میں مبتلا نظر آئے۔ پھر بھی اِن دونوں حوالوں سے ہر دور میں ایسے علماء بھی موجود رہے جنہوں نے مسلکی تعصب سے ہٹ کر غیر جانبدارانہ فن کی خدمت انجام دی۔ علامہ ابن رشد گو مالکی تھے لیکن بدایة المجتهد ان کا ایک عظیم فقہی شاہکار ہے جس میں اختلافی مسائل، اسباب اختلاف اور مناسب انداز میں حل بھی پیش کئے گئے ہیں۔ اس حوالہ سے نیز دین اسلام کی عمومی عظمت کے حوالہ سے حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ''حجة الله البالغة'' خصوصاً اس کی ''المبحث السابع'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

امام شوکانی علیہ الرحمۃ نے ''الدرر البهية'' نامی متن مرتب فرمایا جو فقہ اسلامی میں ایسا مختصر مگر جامع متن ہے جس کی نظیر نہیں ملتی خود مرتب نے اس کی دو شرحیں بھی لکھیں۔ لیکن نواب والا جاہ سید صدیق حسن خاں علیہ الرحمۃ والئی ریاست بھوپال نے ''الروضة الندية'' کے نام سے اس کی جو شرح لکھی وہ ''فقہ اسلامی'' کے باب میں ایک عظیم مرجع کی حیثیت اختیار کر گئی۔

''فقہ السنۃ'' بھی اس سلسلہ کی اہم کڑی ہے جس پر ہم مختصراً گزارش آئندہ کرتے ہیں۔

رہی بات اصول فقہ کی تو اس میں دورِ حاضر کے عظیم دانشور مفکر اور عالم دین مولانا حافظ ثناء اللہ الزاہدی (صادق آباد) فاضل مدینہ یونیورسٹی نے بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ انہوں نے ''تیسیر الاصول'' نامی اپنی تالیف میں اس فن کو ایسے آسان اور دلکش پیرائے میں پیش کیا ہے کہ اس فن سے ''خشکی'' کا الزام جاتا رہا ہے۔ آپ نے اس فن میں اس کے علاوہ بھی متعدد تالیفات' نیز سابق علماء کی تالیفات پر حواشی اور غیر مطبوع کی طباعت کا اہتمام کر کے اس فن کو عام کرنے میں اپنا حق ادا کیا ہے۔ فجزاه الله خیرا.

چند بنیادی اصول:

زاہدی موصوف کی تالیفات سے مستفاد ہم چند بنیادی اصول تحریر کر رہے ہیں۔

۱۔ جو لفظ بولا جائے وہ ''منطوق'' کہلاتا ہے۔

۲۔ بولے ہوئے لفظ سے اگر منطوق کے علاوہ بھی کوئی بات سمجھ آجائے تو وہ ''مفہوم'' ہے۔

۳۔ مفہوم کبھی منطوق کے ''موافق'' ہوتا ہے اور کبھی ''مخالف''۔

۴۔ پھر موافق و مخالف ہر دو کبھی منطوق سے زیادہ وزن دار بھی ہوتے ہیں ایسی صورت وہ ''مفہوم اولیٰ'' کہلاتا ہے۔

۵۔ جو لفظ بولا جائے اگر وہ ایک متعین معنی پر دلالت کرے تو وہ ''نص'' ہے۔

۶۔ اگر وہ ایک سے زائد معانی کا احتمال رکھے تو وہ ''مجمل'' ہے۔

۷۔ زائد معانی میں سے قرائن کی رُو سے جو راجح ہو وہ ''ظاہر'' ہے۔

۸۔ زائد معانی میں سے قرائن کی رُو سے جو مرجوح ہو وہ ''مؤول'' ہے۔

۹۔ اَمر وجوب کے لیے ہوتا ہے الّا یہ کہ کوئی قرینہ صارفہ ہو۔

۱۰۔ نہی تحریم کے لیے ہوتی ہے الّا یہ کہ کوئی قرینہ صارفہ ہو۔

۱۱۔ عام کی اپنی حیثیت برقرار رہتی ہے جب تک کوئی خاص نہ آجائے۔

۱۲۔ مطلق کی اپنی حیثیت برقرار رہتی ہے جب تک کوئی مقید نہ آ جائے۔

۱۳۔ قیاس میں مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان علت مشترکہ کا ہونا ضروری ہے۔

۱۴۔ جس کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہو تو وہ بھی واجب ہے۔۔ وغیرہ۔

یہ چند ضروری قواعد ہم نے تحریر کیے ہیں۔ والتفصیل فی المطولات.

فقہ السنہ:

السید سابق کی یہ عظیم تالیف جو اسلامی فقہ کے تقریباً تمام ابواب پر مشتمل ہے۔ ایک عرصہ سے عرب ممالک سے تین جلدوں میں شائع ہو رہی ہے۔ ہم اس کی ''کتاب الطہارت'' کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ کتاب تعصبات سے پاک دین کی واضح اور خوبصورت تصویر امت کے سامنے پیش کرتی ہے۔ مروّجہ فقہ خصوصاً مذاہب اربعہ کی فقہ میں بعض ایسی خامیاں اور واضح قسم کی ناگفتہ بہ اسلام مخالف باتیں درج کر دی گئی تھیں جن سے فقہ کا چہرہ بہت بدنما سا ہو گیا تھا۔ فقہ اور فقہاء کے نام سے ہی بہت سے لوگ نفرت کرتے تھے۔ اس کتاب نے ایسی نفرتیں دور کر دی ہیں۔ اور فقہ کے چہرے سے ایسے دھبے اور بدنما داغ دھو دیئے ہیں۔ اس کے مؤلف ''سید سابق'' نے اس کتاب کو محض لوجہِ اللہ امت کی خیر خواہی کے لیے مرتب فرمایا۔ اللہ پاک نے اسے ایسا شرفِ قبول بخشا ہے کہ اس کتاب کے آ جانے کے بعد معتدل اہل علم کے لیے بس یہی مرجع بن گیا ہے۔ یہ علماء اور طلباء میں بہت متداول ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری اداروں نے فقہ کے نصاب میں اس کو شامل کیا ہے۔ وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان نے ''الشهادة العالمية'' کے امتحان میں بداية المجتهد کے ساتھ ساتھ اسے بھی فقہ کے پرچے کے لیے مقرر کیا ہے اسی ضرورت کے تحت ہم اس کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ لیکن مؤلف کے حالات آئندہ کتاب الصلوٰۃ کی اشاعت پر اُٹھا رکھتے ہیں۔

گزارش احوال واقعی:

۲۰ اپریل ۱۹۷۶ء کو شاہدرہ کے علمی، عملی اور مالی اعتبار سے ایک نہایت غریب گھرانے میں راقم کی پیدائش ہوئی۔ مدرسہ تجوید القرآن مسجد لسوڑیوالی شیرانوالہ گیٹ لاہور میں ۱۹۸۷ء میں حفظ قرآن کریم کی سعادت میسر ہوئی ان دنوں قاری محمد ادریس عاصم لاہوری مدینہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۲ء تک جامعہ علام اُثریہ جہلم میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی ۱۹۹۳ء میں علامہ فاروق احمد راشدی مہتمم جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے صحیح بخاری شریف پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد جہلم میں ہی استاذ محترم حافظ ثناء اللہ زاہدی نے خدمتِ تدریس پر مامور کر دیا۔ ابن ترکمانی مؤلف الجوہر النقی علیٰ سنن الکبریٰ للبیھقی کے ردّ میں ''الرد التنقی'' کے مؤلف مولانا فیض الرحمٰن ثوری (متوفی دسمبر ۱۹۹۶ء) اپنی کتاب پر نظر ثانی اور تہذیب فرما رہے تھے مجھے ثوری صاحب کی معاونت کی ذمہ داری بھی دے دی گئی آپ عظیم محقق، نقاد اور ماہر علم رجال تھے۔ آپ کی وفات کے بعد جولائی ۱۹۹۷ء کے ہفت روزہ الاعتصام لاہور کی چار اقساط میں اُن کے سوانح حیات میں نے ''زمانۂ قحط الرجال میں ماہر علم رجال کی وفات'' کے عنوان سے تحریر کیے۔ جنہیں کچھ ترمیم اور اضافہ کے ساتھ مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''کاروان سلف'' میں بھی میرے نام کے ساتھ شامل فرما دیا۔ مولانا ثوری کے ساتھ تین سال اکٹھے کام کرنے سے کچھ لکھنے کی ''ابجد'' سے واقفیت ہوئی۔ بعد میں ہفت روزہ الاعتصام کی مجلس ادارت کے معزز ارکان سے تعلق کی بناء پر کتابوں پر تبصرے اور ترجمہ کی کچھ سوجھ بوجھ بھی ہوگئی۔ ۱۹۹۹ء میں حذیفہ اکیڈمی اردو بازار لاہور نے راقم کو ترجمہ مشکوٰۃ شریف کی ذمہ داری دی جو مکمل ہوگیا اور شائع بھی ہوگیا۔ مشکوٰۃ شریف کا کمپیوٹر ترجمہ کے ساتھ یہ ملک بھر میں پہلا ایڈیشن تھا۔ دارالابلاغ نے ''موجبات الجنۃ فی ضوء السنۃ'' کا ترجمہ بنام ''جنت کی تلاش میں'' بہت خوبصورت

کتاب کی شکل میں شائع کر کے مترجم کی حوصلہ افزائی کی۔ ترجمہ کے حوالہ سے ایک بہت بڑا اور چند چھوٹے کام بھی مکمل کر چکا ہوں وہ کمپوز بھی ہو چکے ہیں لیکن عرش والا جانتا ہے کہ کب شائع ہوں گے؟

برادر گرامی سمیع اللہ صاحب نے عزیزم عمر فاروق قدوسی صاحب کی وساطت سے ''فقہ السنۃ'' کے ترجمہ کے لیے کہا۔ عدیم الفرصت ہونے کے باوجود ''قدوسی گھرانے'' کے لیے علمی خدمت کی انجام وہی کے ذریعہ سے تعلق جوڑنا مجھے بھلا معلوم ہوا۔ لہٰذا آمادگی ظاہر کر دی کتاب کے ترجمہ میں آپ کو جو خوبی نظر آئے اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف اور جو خامی نظر آئے اسے راقم کی کم علمی جان کر صرف نظر فرمایئے اور تحریری اطلاع دے کر شکریہ کا موقع دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں بہتری لائی جا سکے اللہ پاک ناشر کی خدمت قبول فرمائے۔ نیز مجھے' میرے والدین' اعزہ' اساتذہ اور دیگر متعلقین' مؤلف' کمپوزر اور کسی بھی طرح شریکِ کار لوگوں کی دنیا اور آخرت بہتر کر دے۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز.

مترجم ناچیز: حافظ محمد اسلم شاہدرویؔ

مدیر: مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ

مسجد تاج اہلحدیث' حمید پارک' محمود شہید روڈ' شاہدرہ لاہور

تحریر تاریخ: ۲ جون ۲۰۰۳ء بروز سوموار بعد نماز عشاء

فون نمبر موبائل : 0333-4202019

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنِ اهْتَدٰى بهديه اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

امابعد!

یہ کتاب فقہ اسلامی کے مسائل پر مشتمل ہے جن کے ساتھ صریح کتاب' صحیح سنت اور اجماع امت کے دلائل بھی ہیں۔ یہ مسائل آسان اور سہل انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ بہت ساری جگہوں میں جہاں مسلمان آدمی کو ضرورت پڑ سکتی ہے بسط وتفصیل بھی ہے لیکن اختلاف ذکر کرنے سے پرہیز کیا گیا ہے ہاں جہاں ذکر مناسب ہوا ہم اس کی طرف اشارہ کر دیں گے۔

یہ کتاب اس انداز میں فقہ اسلامی کی وہ صحیح صورت عطا کرے گی جو اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو دے کر بھیجا۔ یہ لوگوں پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات سمجھنے کا دروازہ کھولے گی' انہیں کتاب وسنت پر جمع کرے گی' اختلافات اور مذاہب کے تعصب کی بدعت کا خاتمہ کرے گی۔ نیز یہ اس خرافت زدہ قول کا بھی خاتمہ کرے گی کہ "اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے"۔

ان چند مضامین سے ہم نے اپنے دین کی خدمت او اپنے بھائیوں کے فائدہ کا ارادہ کیا ہے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس سے نفع دے اور ہمارے کام کو اپنی ذات کریم کے لئے خالص کرلے۔ وہی ہمیں کافی ہے اور بہتر کارساز ہے۔

السید سابق

تمہید

اسلام کا پیغام' تمہید اس کی جامعیت اور مقاصد:

اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو آسان دین اور جامع شریعت دے کر بھیجا جس نے لوگوں کی اچھی اور مہذب زندگی کی ضمانت فراہم کی نیز اس کے ذریعہ سے لوگ بلندی اور رفعت کے اعلیٰ درجات حاصل کرسکیں تقریباً تیئس برس کی مدت رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں گزاری۔ آپ نے تبلیغ دین اور لوگوں کو اس پر جمع کرنے کا جو ارادہ فرمایا وہ اس مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

پیغام کی جامعیت:

جس طرح پہلی رسالتیں تھیں اسلام کا پیغام اس طرح کسی جگہ کے لئے محدود نہ تھا جو لوگوں کے ایک گروہ اور قبیلے کے لئے ہو جبکہ دوسرے گروہ اور قبیلے کے لئے نہ ہو بلکہ یہ پیغام سب لوگوں کے لئے اور اس وقت تک ہے جب تک اللہ پاک زمین اور زمین والوں کے وارث ہوں گے۔ اس میں کسی شہر کو چھوڑ کر دوسرا شہر یا زمانے کو چھوڑ کر دوسرا زمانہ خاص نہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴾

(سورۃ الفرقان آیت ۱)

ترجمہ "وہ (ذات) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تاکہ وہ جہان والوں کے لئے ڈرانے والا ہو جائے"۔

اور فرمایا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ﴾ (سورۃ سبا، آیت ۲۸)

ترجمہ ''اور (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے''۔

اور فرمایا:

﴿ قُلْ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾

(سورۃ الاعراف آیت ۱۵۸)

ترجمہ ''کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے تو تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں ایمان لاؤ اور اس کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ''۔

صحیح حدیث میں ہے:

''نبی اپنی قوم کی طرف خاص بھیجا جاتا تھا جب کہ مجھے ہر گورے اور کالے کی طرف بھیجا گیا ہے''۔

اس پیغام کی جامعیت اور سب دنیا کو شامل ہونے پر جو دلائل ہیں درج ذیل ہیں:

(۱) اس میں ایسی کوئی بات نہیں جس کا اعتقاد لوگوں کے لئے مشکل ہو یا جس پر عمل کرنا ان کے لئے مشقت کا باعث ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۶)

''اللہ کسی جان کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے''۔

اور فرمایا:

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۵)

ترجمہ ''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے وہ تم پر تنگی کا ارادہ نہیں کرتا''۔

اور فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (سورۃ الحج آیت ۷۸)

ترجمہ ''اس نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہیں کی''۔

بخاری میں حضرت ابوسعید المقبری سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک یہ دین آسان ہے اور دین کو کوئی مشکل نہیں بنا تا مگر وہ اس پر غالب آجاتا ہے''۔

اور مسلم میں مرفوع روایت ہے:

''اللہ کو پسندیدہ ترین دین آسان حنیفیت ہے''۔

(۲) عقائد اور عبادات کی طرح جو چیزیں زمان ومکان کے بدلنے سے نہیں بدلتیں وہ کامل تفصیل کے ساتھ آئی ہیں۔ ان کی ایسی نصوص کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے جو ان کا احاطہ کرتی ہیں لہٰذا کسی کو ان میں کچھ بڑھانے یا کم کرنے کی اجازت نہ ہے۔ سیاسی' حربی امور اور شہری مصالح کے متعلق جو چیزیں زمان ومکان کے بدلنے سے بدل جاتی ہیں وہ مجمل آئی ہیں تاکہ تمام زمانوں میں لوگوں کے مفادات کے ساتھ متفق ہوجائیں اور حکمران حق وعدل کے قیام میں ان سے راہنمائی لے لیں۔

(۳) اس میں جو کچھ تعلیمات ہیں ان کا مقصد محض دین کی حفاظت' جان کی حفاظت' عقل کی حفاظت' نسل کی حفاظت اور مال کی حفاظت ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ فطرتوں سے مناسبت رکھتی ہیں' عقلوں کے ساتھ چلتی ہیں' تبدیلیوں سے ہم آہنگی رکھتی ہیں اور ہر زمان ومکان کے لئے درست ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ،

قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا، خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ، قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ، وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَّأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَالَا تَعْلَمُونَ﴾

(سورة الاعراف آیت ۳۲، ۳۳)

ترجمہ ''پوچھو تو کہ زینت اور کھانے کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان لانے والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے دن خاص ان ہی کا حصہ ہوں گی اسی طرح اللہ اپنی آیتیں سمجھنے والوں کے لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں''۔

اور اس جل شانہ نے فرمایا:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ، فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ، وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ، وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ، الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ، يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ، وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ. وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ، فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ، وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ، أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (سورة الاعراف آیات: ۱۵۶، ۱۵۷)

ترجمہ ''اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیز گاری کرتے اور زکوۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں وہ جو (محمد رسول اللہ ﷺ کی) جو نبی امی ہیں پیروی کرتے ہیں جن کو وہ اپنے ہاں تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اوران سے بوجھ اور طوق جوان پر تھے اتارتے ہیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اوران کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی وہی مراد پانے والے ہیں''۔

اس کا مقصد:

پیغام اسلام جو مقصد عطا کرتا ہے وہ تزکیہ نفس اور انسانوں کو اللہ کی معرفت اور اس کی عبادت کے ذریعہ سے پاک کرنا ہے۔ نیز انسانیت کے روابط کو مستحکم کرنا اور اسے عدل' مساوات' اخوت' رحمت اور محبت کی بنیاد پر مضبوط بنانا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ، وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ (سورة الجمعه آیت ۲)

ترجمہ ''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے پیغمبر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اوران کو پاک کرتے اور کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اوراس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ﴾ (سورة الانبیاء آیت ۱۰۷)

ترجمہ ''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

حدیث شریف میں ہے:

''میں ہدایت والی رحمت ہوں''۔

تشریع اسلامی یا فقہ اسلامی:

پیغام اسلام نے اپنے نظام میں جو پہلو عطا کیے ہیں ان میں سے ایک اہم پہلو تشریع اسلامی بھی ہے۔ یہ پہلو اس پیغام کے عملی پہلو سے متعلق ہے جو محض دینی تشریع ہے مثلاً احکام عبادت یہ صرف اللہ کی اپنے نبی ﷺ پر وحی سے لی جاتی ہے۔ یعنی کتاب' سنت یا وہ چیزیں جو اجتہاد سے مقرر کی جائیں۔ پیغمبر ﷺ کی مہم تبلیغ و تبیین کے دائرہ سے تجاوز نہ کرتی تھی (جیسا کہ ارشاد ہے):

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (سورۃ النجم آیات ۳' ٤)

ترجمہ ''اور نہ وہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں یہ تو وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے''۔

رہی وہ تشریع جو دنیاوی امور سے تعلق رکھتی ہے مثلاً قضاء' سیاست اور حرب تو پیغمبر ﷺ نے ان میں مشورہ کا حکم فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کی ایک رائے ہوتی تو آپ اپنے اصحابؓ کی رائے کی طرف بھی رجوع کرتے۔ جیسا کہ جنگ بدر اور احد میں ہوا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جو بات نہ جانتے تھے اس میں آپ ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ نصوص کے جو معانی ان پر مخفی رہ جاتے اس میں وہ آپ سے پوچھتے جو کچھ سمجھ آئے وہ آپ پر پیش کرتے کبھی آپ ﷺ انہیں ان کے فہم پر برقرار رکھتے اور کبھی جو انہوں نے سوچا ہوتا اس میں مقام خطاء بیان فرماتے۔ جو عام قواعد اسلام نے بیان فرمائے ہیں ان پر غور کریں تو وہ بہت آسان ہیں یعنی:

(۱) جو واقعات پیش نہیں آئے ان کی بحث نہ کی جائے تاکہ پیش نہ آجائیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِن

تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا، وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴾ (سورة المائدہ آیت ۱۰۱)

ترجمہ: ''اے اہل ایمان ! ایسی چیزوں کے بارے میں مت سوال کرو کہ اگر (ان کی حقیقتیں) تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر قرآن کے نازل ہونے کے ایام میں ایسی باتیں پوچھو گے تو تم پر ظاہر بھی کردی جائیں گی اللہ نے ایسی باتوں سے درگزر فرمایا ہے اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے''۔

حدیث شریف میں ہے نبی ﷺ نے اغلوطات سے منع فرمایا یہ وہ مسائل ہوتے ہیں جو واقع نہ ہوئے ہوں۔

(۲) زیادہ سوال اور مشکل مسائل سے اجتناب:

لہٰذا حدیث میں ہے:

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قیل وقال' کثرت سوال اور ضیاع مال کو ناپسند کیا ہے''۔

اور آپ ﷺ سے مروی ہے:

''اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں تم انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں تم ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور کچھ چیزیں حرام کی ہیں تم ان کو پامال نہ کرو۔ کچھ چیزوں کے متعلق اس نے اپنی رحمت سے بغیر بھولنے کے خاموشی اختیار کی ہے تو تم ان کے متعلق جستجو نہ کرو''۔

آپ سے یہ بھی مروی ہے:

''بلحاظ جرم لوگوں میں بڑا وہ ہے جس نے ایسی چیز پوچھی جو حرام نہ تھی تو اس کے پوچھنے کی وجہ سے حرام کردی گئی''۔

(۳) اختلاف اور دین میں تفرقہ ڈالنے سے دور رہنا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ (سورة المومنون آیت ۵۲)

''اور یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے''۔

اور فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (سورة آل عمران آیت ۱۰۳)

ترجمہ ''اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط تھامو اور فرقہ بازی نہ کرو''۔

اور فرمایا:

﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ (سورة الانفال آیت ٤٦)

ترجمہ ''اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا (ورنہ) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا''۔

اور فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ﴾

(سورة الانعام آیت ۱۵۹)

ترجمہ ''جن لوگوں نے اپنے دین میں رستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہو گئے ان سے تم کو کچھ کام نہیں''۔

اور فرمایا:

﴿وَكَانُوْ شِيَعًا﴾ (سورة الروم آیت ۳۲)

ترجمہ ''اور وہ فرقے فرقے ہو گئے''۔

اس ذات باری تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ، وَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (سورة آل عمران آیت ۱۰۵)

ترجمہ ''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور احکام بین آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے یہ وہ لوگ ہیں جن کو بڑا عذاب ہوگا''۔

(۴) جن مسائل میں تنازع ہو انہیں کتاب وسنت کی طرف لوٹانا:

تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل ہو:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ (سورۃ النساء، آیت ۵۹)

ترجمہ ''اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ''۔

اور اس فرمان پر بھی:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (سورۃ الشوریٰ آیت ۱۰)

''اور جس بات میں تمہارا اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوگا''۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ کتاب اللہ نے دین کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورۃ النحل آیت ۸۹)

ترجمہ ''اور ہم نے آپ پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے''۔

اور فرمایا:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (سورۃ الانعام آیت ۳۸)

ترجمہ ''ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کوتاہی نہیں کی''۔

نیز عملی طور پر سنت نے بھی اس کی وضاحت کو دی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (سورۃ النحل آیت ٤٤)

''اور ہم نے آپ پر ذکر نازل کیا تاکہ جو لوگوں پر نازل ہوا ہے آپ اسے لوگوں پر واضح کریں''۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ﴾

(سورۃ النساء، آیت ۱۰۵)

ترجمہ ''ہم نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ اللہ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کا فیصلہ کریں''۔

اس وجہ سے اسلام کا معاملہ پورا ہوگیا اور اس کے نشانات واضح ہوگئے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ، وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (سورة المائده آيت ٣)

ترجمہ ''آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا''۔

جب تک مسائل دینیہ کی بنیاد یہ رہے گی اور جب تک وہ اصل جس کی طرف فیصلے کے وقت لوٹنا ہے معلوم رہے گی تو اختلاف کا کوئی مقصد نہ ہوگا اور نہ ہی اس کی کوئی گنجائش ہوگی۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتَابِ لَفِىْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ﴾

(سورة البقرة آيت ١٧٦)

''اور جن لوگوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا وہ ضد میں دور (ہوگئے) ہیں''۔
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ، ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِىْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

(سورة النساء آيت ٦٦)

''آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کریں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اسے خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے''۔

انہی قواعد کی روشنی میں صحابہ اور بعد والے خیر القرون کے لوگ چلتے گئے ان کے مابین سوائے معدودے چند مسائل کے کوئی اختلاف واقع نہ ہوا۔ اس میں بھی بنیاد نصوص کو سمجھنے کا فرق تھا۔ یعنی کسی کے علم میں وہ بات آ گئی جو کسی دوسرے پر مخفی رہ گئی۔

جب مذاہب اربعہ کے ائمہ آئے انہوں نے اپنے سے پہلوں کی پیروی کی۔ ہاں یہ ہے کہ ان میں سے بعض سنت کے زیادہ قریب ہوئے مثلاً اہل حجاز ہیں کہ سنت کے اپنانے والے اور حدیث کی روایت کرنے والے ان میں بکثرت ہوئے۔ جب کہ بعض دوسرے رائے کے زیادہ قریب ہو گئے مثلاً عراق ہیں کہ ان میں حدیث کے حافظ کم ہوئے کیونکہ ان کا علاقہ جائے نزول وحی (یعنی مکہ اور مدینہ) سے دور تھا۔

لوگوں کو اس دین کی پہچان کرانے اور انہیں ہدایت کی راہ دکھانے میں ان ائمہ نے اپنی انتہائی کوششیں صرف کر دیں۔ وہ لوگوں کو اپنی تقلید سے منع کیا کرتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے:

"جب کسی کو ہماری دلیل معلوم نہ ہو اس کو ہماری بات کے مطابق فتویٰ دینا جائز نہیں"۔

انہوں نے اس بات کی بھی صراحت کی "کہ صحیح حدیث ان کا مذہب ہے"۔ کیونکہ ان کا مقصد یہ نہ تھا کہ ان کی پیغمبر معصوم ﷺ کی طرح پیروی کی جائے بلکہ ان کا ہر طرح مقصد یہ تھا کہ وہ اللہ کے احکامات کو سمجھنے میں لوگوں کی مدد کریں۔ مگر جو لوگ ان کے بعد آئے ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ ان کے عزائم کمزور ہو گئے ان میں پیروی اور تقلید کا جذبہ موجزن ہو گیا۔ لہٰذا ان میں سے ہر جماعت نے ایک خاص مذہب پر اکتفاء کیا۔ اسی کی رائے رکھتے' اسی کا حوالہ دیتے' اس کا تعصب رکھتے اور اس کی نصرت میں اپنی ہر قسم کی قوت صرف کرتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے امام کے قول کو شارع کے قول کا درجہ دینے لگا۔ وہ اپنے لئے اس کی اجازت ہی نہ سمجھتا تھا کہ اس کے امام نے جو استنباط کیا ہے وہ کسی مسئلہ میں اس کی مخالفت کی طرف جائے۔

ان اماموں پر اعتماد غلو کو پہنچ گیا یہاں تک کہ کرخی کہتے ہیں:

"ہر وہ آیت یا حدیث جو ہمارے ائمہ کے مذہب کے خلاف ہو تو وہ قابل تاویل ہے یا منسوخ ہے"۔

مذاہب کے تعصب اور تقلید کی وجہ سے امت نے کتاب وسنت سے راہنمائی چھوڑ دی اور اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا ایک نیا قول بھی نکل آیا۔ شریعت صرف فقہاء کے اقوال بن گئی اور فقہاء کے اقوال شریعت بن گئے۔ جو بھی شخص اقوال فقہاء سے نکلتا وہ بدعتی شمار کیا جانے لگا اس کی باتوں کا اعتماد نہ کیا جاتا اور نہ اس کے فتاویٰ لائق اعتناء ہوتے۔

رجعت پسندی کی اس روح کو پھونکنے میں جو باتیں مددگار ہوئی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ حکمرانوں اور مالداروں نے درس گاہیں بنائیں اور ان میں تدریس ایک یا زیادہ متعین مذاہب کے مطابق رکھی۔ لہٰذا یہ چیز ان مذاہب کی طرف متوجہ ہونے اور اجتہاد کو چھوڑ دینے کی ایک وجہ بن گئی تا کہ اپنے اپنے مقرر کردہ کاروبار بچائے جاسکیں۔

ابوزرعہ نے باتوں باتوں میں اپنے استاد بلقینی سے یہ پوچھا کہ "جب شیخ تقی الدین السبکی میں پوری صلاحیت ہے تو وہ اجتہاد میں کیوں کوتاہی کرتے ہیں"؟ تو بلقینی خاموش رہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اس بات سے رک جانے کی وجہ وہ وظائف ہیں جو مذاہب اربعہ پر فقہاء کے لئے مقرر کئے گئے ہیں کہ جو ان سے نکلے گا اسے ان میں سے کچھ نہ ملے گا وہ قضاء کے عہدہ سے فارغ کر دیا جائے گا' لوگ اس سے فتویٰ لینے سے رک جائیں گے اور اس کو بدعتی ہونے کا طعنہ دیا جائے گا تو بلقینی مسکرانے لگے اور انہوں نے اس بات پر ان کی موافقت کی۔ تقلید پر جھک جانے' کتاب وسنت سے راہنمائی کے خاتمہ اور اجتہاد کا دروازہ بند ہو جانے کے قول سے امت مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہوگئی اور "گو" کی اس بل (حُجْرِ وَضَبٌّ) میں داخل

ہوگئی جس سے رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا تھا۔

اس کے نتائج اور آثار میں سے یہ بھی ہوا کہ امت گروہوں اور فرقوں میں بٹ گئی یہاں تک کہ حنفی عورت کے شافعی مرد کے ساتھ شادی کے معاملہ میں بھی انہوں نے اختلاف کیا۔ بعض نے کہا درست نہیں کیونکہ اس کے ایمان میں شک ہے۔[1]

بعض نے کہا ذمیوں پر قیاس کریں تو درست ہے نیز اس کے نتائج میں سے بدعتوں کا پھیل جانا' سنتوں کے نشانات مٹ جانا' عقلی تحریک کا ٹھنڈا ہو جانا اور فکری چستی کا جم جانا بھی ہے مزید یہ کہ علمی استقلال ضائع ہوگیا جس سے امت کی ہستی کمزور ہوگئی ثمر اور زندگی مفقود ہوگئی اور اسی بات نے اسے آگے کی طرف چلنے اور ترقی سے روک دیا۔ حملہ کنندگان کو یہیں سے ایسے کئی شگاف مل گئے جہاں سے وہ اسلام کی اصل پر حملے کرنے لگے۔

سال ماضی کا حصہ بن گئے اور صدیاں گزر گئیں ہر دور میں اللہ پاک ایسا بندہ بھیج دیتے جو اس امت کے لئے اس کے دین کو زندہ کرتا' انہیں خواب غفلت سے بیدار کرتا اور انہیں درست سمت بتاتا رہا۔ لیکن یہ لوگ بیدار ہونا ہی نہیں چاہتے اپنی روش کی طرف ہی دوڑتے ہیں یا اس پر مزید سخت ہو جاتے ہیں۔

بالآخر جس تشریع اسلامی کے ذریعہ سے اللہ نے حیات انسانی کو منظم کیا تھا۔ اسے ان کا دینی اور دنیاوی اسلحہ بنایا تھا یہ ایسی سوچ تک پہنچ گئی جس کی پہلے نظیر نہ تھی۔ گہرے کھڈے میں گر گئی۔ اس سے دلچسپی رکھنا دل و دماغ کی خرابی اور وقت کا ضیاع بن کر رہ گیا کہ اس سے نہ اللہ کے دین کو فائدہ پہنچتا اور نہ یہ حیات انسانی کو منظم کرتی۔

---

[1] کیونکہ شافعیہ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کوئی مسلمان کہے ''میں ان شاء اللہ مؤمن ہوں''۔

اس کی ایک مثال ہم بتاتے ہیں جو متأخرین فقہاء میں سے کسی نے لکھی ہے کہ بن عرفہ نے ''اجارہ'' کی تعریف بتاتے ہوئے کہا کہ:

''ایک ایسی منفعت بخش بیع ہے جسے مستقل کرنا ممکن ہو لیکن وہ کشتی نہ ہو حیوان نہ ہو اور اس کے بدلہ میں ایسی چیز نہ لی جائے جو اس سے پیدا ہونے والی نہ ہو۔ پھر اس کے بعض اجزاء بعض میں تقسیم ہو سکتے ہوں''۔

تو ان کے کسی شاگرد نے اعتراض کیا کہ یہاں لفظ ''بعض'' اختصار کے منافی ہے اور اسے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو شیخ نے دو دن تک سوچا پھر ایسا لمبا جواب دیا جس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

تشریع یہاں آ کے رک گئی اور علماء بھی رکے ہوئے تھے۔ ان کے علم کے اظہار میں سوائے متنوں کے کچھ نہ تھا۔ انہیں حواشی اور ان میں درج اشکال اعتراض اور معمے ہی آتے تھے۔ ان کی تعلیقات کے سوا ان کے پاس کوئی علم نہ تھا۔ تا آنکہ یورپ مشرق پر کود پڑا اسے ہاتھوں سے مٹانے اور پاؤں سے کچلنے لگا۔ ان ضربوں پر بیدار ہونا چاہیے تھا۔ دائیں بائیں دیکھنا چاہیے تھا۔ لیکن مشرق زندگی کی گھٹتی ہوئی سواری سے پیچھے رہ گیا۔ قافلہ چلتا رہا یہ بیٹھا رہا کہ اچانک آنکھوں کے سامنے ایک نیا جہان تھا جہاں ہر طرف زندگی' قوت اور ترقی تھی۔ وہ دیکھتے ہی مرعوب ہو گیا' نظر پڑتے ہی حیران ہو گیا۔ جو لوگ اپنی تاریخ کو فراموش کیے ہوئے اپنے آباء کو چھوڑے ہوئے اور اپنے دین و رسوم کو بھولے ہوئے تھے وہ چیخ اٹھے:

مشرق والو! یہ یورپ ہی ہے۔ تم اس کی راہ پر چلو' خیر و شر' ایمان و کفر اور کڑوے میٹھے میں تم اس کی تقلید کرو۔ جبکہ جامد لوگوں نے منفی راستہ اپنایا وہ بکثرت لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے لگے۔ وہ اپنے آپ میں لپیٹے گئے اور اپنے گھروں میں جم کر رہ گئے۔ دھوکہ باز لوگوں کا یہ جو کہنا تھا کہ'' شریعت اسلام زمانہ کی تبدیلیوں کا ساتھ نہ دے سکے گی اور نہ تبدیلیوں سے

ہم آہنگ ہو سکے گی'' یہ چیز ان کے لئے ایک اور دلیل بن گئی۔

پھر حتمی نتیجہ سامنے آ گیا کہ پرائی تہذیب مشرقی تہذیب میں داخل ہو گئی اور اس پر غالب آنے لگی۔ حالانکہ دین عادات اور رسوم میں ان کا اختلاف تھا۔ یورپی عادات واطوار' گھروں' گلیوں' بازاروں' مجالس' مدارس اور اداروں میں گھومنے لگیں۔ زندگی کے پہلوؤں میں سے ہر پہلو پر وہ اپنا راہ مضبوط اور قوی کرنے لگیں۔ تا آنکہ مشرق اپنے دین اور رسوم کو بھولنے لگا۔ اس کے حال کا اس کے ماضی سے رشتہ ٹوٹنے لگا۔ لیکن اللہ کے لئے حجت قائم کرنے والوں سے یہ زمین خالی نہ رہے گی۔ اصلاح کے داعی اٹھے وہ دھوکہ کھائے ہوئے ان مغرب زدہ لوگوں کو ڈرانے لگے کہ:

اپنے آپ کو بچاؤ' اپنے دین کی حفاظت کرو جس اخلاقی بگاڑ پر مغربی لوگ چل رہے ہیں یقیناً اس نے ایک برے انجام پر جا کر رکنا ہے۔ جب تک یہ لوگ اپنی فطرتوں کو صحیح ایمان کے ساتھ درست نہ کریں گے' اپنی طبیعتوں کو بلند مثالی اخلاق میں نہ بدلیں گے تو ان کے علوم بہت جلد تباہی و بربادی کا ذریعہ بن جائیں گے۔ ان کی تہذیب انہیں ایسی آگ میں جھونک دے گی جو انہیں راکھ کر دے گی اور اسی پر ان کا خاتمہ ہو جائے گا (ارشاد باری تعالیٰ ہے):

﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ؟ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ، الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ، وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ، وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ، الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ، فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ، فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ، إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴾ (سورة الفجر آیات ٦ تا ١٤)

ترجمہ: ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ (جو) ارم (کہلاتے تھے اتنے) دراز قد کہ ملکوں میں ایسے پیدا نہ کئے گئے تھے اور ثمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادی (قریٰ) میں پتھر تراشتے

(اور گھر بناتے) تھے اور فرعون کے ساتھ (کیا کیا) جو (خیمے اور) میخیں رکھتا تھا یہ لوگ ملکوں میں سرکش ہو رہے تھے اور ان میں بہت سی خرابیاں کرتے تھے تو تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا نازل کیا۔ بیشک تمہارا پروردگار تاک میں ہے''۔

ان جامد لوگوں کے سامنے بھی وہ چیختے رہے کہ تم چشمۂ صافی اور پاک سیرت کو اپنا لو۔ یعنی کتاب اللہ کا چشمہ اور سنت کی سیرت۔ ان دونوں سے اپنا دین حاصل کرو اوروں کو بھی ان کے ذریعہ سے بشارت دو۔ لہٰذا یہ حیران دنیا تمہاری وجہ سے ہدایت پالے گی۔ یہ پریشان انسانیت تمہاری وجہ سے خوش نصیب بن جائے گی۔ ارشاد ہوا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (سورة الأحزاب آیت ۲۱)

ترجمہ ''تمہارے لئے اللہ کے پیغمبر (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لئے جسے اللہ (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو''۔

اللہ کی مہربانی ہوئی کہ اس دعوت کو کئی نیک بندوں نے قبول کیا' کئی مخلص دلوں نے اسے مانا اور کئی ایسے جوانوں نے اسے گلے لگایا جنہوں نے اپنے اختیار میں جو کچھ مال و جان ہے اسے اس پر نچھاور اور قربان کر دیا۔ کیا اللہ نے اپنے نور کو اس زمین پر نئے سرے سے چمکنے کی اجازت دے دی ہے؟ کیا اس نے چاہا ہے کہ انسان پاکیزہ زندگی گزارے جس میں ایمان' محبت' احسان اور عدل کی سرداری ہو؟ درج ذیل آیات مبارکہ اسی بات کو شہادت دے رہی ہیں (ارشاد ہے):

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ (سورۃ الفتح آیت ۲۸)

ترجمہ ''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے اور حق غالب کرنے کے لئے اللہ ہی گواہ کافی ہے''۔ اور فرمایا:

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ، أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ؟﴾

(سورۃ فصلت آیت ۵۳)

ترجمہ ''ہم عنقریب ان کو اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) حق ہے کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے خبردار ہے''۔

السید سابق

طہارت

پانی اور اس کی اقسام

پانی کی پہلی قسم' ماء مطلق:

اس کا حکم یہ ہے کہ یہ پاک ہے۔ مطلب یہ کہ بذات خود پاک ہے دوسرے کو پاک کرتا ہے اس میں درج ذیل چند قسمیں شامل ہیں۔

(۱) بارش برف اور اولوں کا پانی:

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ ﴾ (سورۃ الانفال آیت ۱۱)

''اور وہ تم پر آسمان سے پانی برساتا ہے تا کہ تم کو اس سے پاک کر دے''۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُورًا ﴾ (سورۃ الفرقان آیت ۴۸)

''اور ہم نے آسمان سے پاک پانی اتارا''۔

(۲) نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نماز میں تکبیر (تحریمہ) کہتے تو قرأت سے قبل کچھ دیر خاموش رہتے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے ماں آپ پر قربان مجھے خبر دیجئے کہ جب آپ تکبیر اور قرأت کے درمیان خاموش رہتے ہیں تو کیا پڑھتے ہیں؟ فرمایا! میں کہتا ہوں:

''اے اللہ دوری ڈال میرے اور میرے گناہوں کے مابین جیسے تو نے دوری ڈالی ہے مشرق اور مغرب کے درمیان۔ اے اللہ مجھے میرے

گناہوں سے صاف کردے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ مجھ سے میرے گناہ پانی، برف اور اولوں کے ساتھ دھو ڈال"۔ (اسے سوائے ترمذی کے سب نے روایت کیا ہے)۔ [1]

(۲) سمندر کا پانی:

کیونکہ حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم سمندر میں سواری کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی اٹھا لے جاتے ہیں اگر ہم اس سے وضو کرلیں تو ہم پیاسے رہتے ہیں تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس کا پانی پاک [2] ہے اس کا مردار حلال ہے"۔ (خمسہ) [3]

ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) زمزم کا پانی:

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زمزم کے پانی کا ایک ڈول منگوایا تو اس کو پیا اور وضو کیا۔ [4] (احمد) [5]

---

[1] متفق علیہ صحیح بخاری فتح الباری (۲/۲۲۷)

[2] رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں "جی ہاں" نہیں کہا تا کہ حکم کو اس کی علت کے ساتھ تو ملایا جائے وہ اس باب میں روکی گئی پاکیزگی ہے۔ اس کو ایک حکم زائد بتادیا جو کہ مردار کا حلال ہونا ہے تا کہ فائدہ پورا ہو جائے۔ ایک دیگر حکم کا فائدہ بھی بتا دیا جائے جو پوچھا ہی نہیں گیا جب حکم کی حاجت ظاہر ہو رہی ہو تو ایسا کرنا لازم ہوتا ہے اور یہ فتویٰ کی خوبیوں میں سے ہے۔

[3] صححہ الالبانی فی الارواء (۱/۴۲)

[4] سجل کا معنی ڈول ہے۔

[5] حسنہ الالبانی فی الارواء (۱/۴۰)

(۴) زیادہ دیر پڑے رہنے کی وجہ سے جو پانی بدل گیا ہو یا اس کے پڑے رہنے کی جگہ کی وجہ سے تبدیلی ہو یا ایسی چیز کے مل جانے سے تبدیلی ہو جو اکثر اس کے ساتھ ہی رہے (اس سے جدا نہ ہوتی ہو) جیسے کائی اور درختوں کے پتے ہیں تو باتفاق علماء اس پر ماء مطلق کا نام آئے گا۔ اس باب میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس پر ماء مطلق کا نام صادق آتا ہو اس پر کوئی قید نہ ہو اس سے وضو کرنا درست ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا﴾ (سورۃ المائدہ آیت ٦)

''لہٰذا تم پانی نہ پاؤ تو تم تیمم کرلو'' [1]

دوسری قسم' ماء مستعمل:

وہ جو وضو اور غسل کرنے والے آدمی کے اعضاء سے جدا ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ برابر برابر ماء مطلق کی طرح پاک ہے اس میں 'اصل کا لحاظ رکھا جائے گا کہ اصل میں پاک تھا اور ایسی کوئی دلیل بھی نہیں ملتی جو اسے پاکیزگی سے خارج کرتی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے وضو کے طریقہ کے متعلق حضرت ربیع بنت معوذ کی حدیث ہے فرماتی ہیں:

''آپؐ نے اپنے سر کا مسح اس پانی سے کیا جو آپؐ کے ہاتھوں میں وضو کا بچا ہوا تھا'' [2]

ابوداؤد کے الفاظ ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر کا مسح اس پانی سے کیا جو آپؐ کے ہاتھ میں وضو کا بچا ہوا تھا''۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ انہیں مدینہ کے کسی راستہ میں ملے

---

[1] ماء کی تنوین عموم پر دلالت کرتی ہے۔

[2] سنن ابی داؤد مع عون المعبود (۱/۴۹)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنبی تھے لہٰذا وہ وہاں سے کھسک گئے غسل کیا پھر آئے آپ ؐ نے فرمایا:

ابو ہریرہؓ تم کہاں رہ گئے؟ کہا میں جنبی تھا تو میں نے بغیر طہارت آپ کے ساتھ بیٹھنا ناپسند کیا۔ آپ ؐ نے فرمایا سبحان اللہ بے شک مؤمن نجس نہیں ہوتا۔ (اسے سب نے روایت کیا ہے)[1] حدیث سے وجہ دلالت یوں ہے کہ جب مؤمن نجس نہیں ہوتا تو محض اس کے چھو جانے سے پانی سے پاکیزگی ختم ہو جانے کی کوئی وجہ ہی نہیں۔ کیونکہ اس کی حد ایک پاک کا دوسرے پاک کے ساتھ ملنا ہے اور اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

ابن المنذر فرماتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابوامامہ، عطاء حسن مکحول اور نخعی سے مروی ہے وہ سب کہتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے سر کا مسح بھول جائے وہ اپنی داڑھی میں تری پائے اس کے لئے اس کو مل لینا کافی ہوگا فرماتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مستعمل کو پاک کرنے والا سمجھتے تھے اور میں بھی یہی کہتا ہوں۔

امام مالک اور شافعی کا بھی ایک روایت کے مطابق یہی مذہب ہے۔ ابن حزم نے اسے سفیان ثوری، ابوثور اور تمام اہل ظاہر کی طرف منسوب کیا ہے۔

تیسری قسم، وہ پانی جس کے ساتھ پاک چیز مل گئی ہو:

جیسے صابن، زعفران، آٹا وغیرہ اشیاء جو اکثر اس سے الگ ہوتی ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ پاک ہے جب تک اطلاق محفوظ رہے اگر یہ اپنے اطلاق سے اس انداز سے نکل جائے کہ اس پر ماء مطلق کا نام نہ لیا جا سکے تو وہ بذات خود تو پاک ہوگا لیکن دوسرے کو پاک کرنے والا نہ ہوگا۔

حضرت ام عطیہ[2] سے روایت ہے فرماتی ہیں جب آپ ﷺ کی بیٹی زینبؓ

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۳۹۰،۳۹۱/۱) حدیث نمبر (۲۸۳ اور ۲۸۵)

[2] اصل کتاب کے ایک نسخہ میں "ام عطہ" اور اور دوسرے میں "ام عطا" ہے جب کہ "ام عطیہ درست ہے۔

نے وفات پائی ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ فرمایا اسے تین یا پانچ یا اگر مناسب سمجھو تو سات بار پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دینا۔ آخری مرتبہ کافور سے یا کچھ کافور ڈال لینا جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا۔ جب ہم فارغ ہوئیں تو ہم نے آپ ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے ہمیں اپنا ازار دیا۔ فرمایا اسے اس کا شعار بنا دو۔ (اسے سب نے روایت کیا ہے)[1] میت کو اسی چیز کے ساتھ نہلایا جا سکتا ہے جس کے ساتھ زندہ کی پاکیزگی درست ہو۔ احمد، نسائی اور ابن خزیمہ میں حضرت ام ہانی کی حدیث ہے "بے شک نبی ﷺ اور حضرت میمونہ نے ایک ہی برتن سے غسل کیا وہ ایک بڑا پیالہ تھا جس میں گوندھے ہوئے آٹے کا نشان تھا"۔[2] تو دونوں حدیثوں میں پانی میں دیگر چیز مل جانے کا ذکر ہے لیکن یہ اتنی زیادہ نہ تھی کہ پانی سے ماء مطلق کا نام ہی ختم کر دے۔

چوتھی قسم، وہ پانی جس کے ساتھ نجاست ملی ہو:

اس کی دو حالتیں ہیں۔

(اول) کہ نجاست اس کے ذائقہ، رنگ یا بو کو بدل دے اس حالت میں اس کے ساتھ پاکیزگی حاصل کرنا بالاجماع جائز نہ ہے جو کہ ابن المنذر اور ابن الملقن نے نقل کیا ہے۔

(ثانی) کہ پانی اپنے اطلاق پر رہے یعنی اس کے اوصاف ثلثہ میں سے کوئی نہ بدلے اس کا حکم یہ ہے کہ کم ہو یا زیادہ یہ پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں ایک بدو کھڑا ہوا اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ بھی اس کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے تا کہ اسے پکڑیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول[3] بہا دو تم آسانی

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۳/۱۳۳) حدیث نمبر ۱۲۶۱۔

[2] سنن نسائی (۱/۴۷)

[3] سجل یا ذنوب ایک برتن جس میں پانی ہوتا ہے۔

کرنے والے بنا کے بھیجے گئے ہو تم تنگی کرنے والے بنا کے نہیں بھیجے گئے (اسے سوائے مسلم کے سب نے روایت کیا ہے)[1] اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم بضاعہ کنویں سے وضو کر لیں[2]؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "پانی پاک ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی" (احمد، شافعی، ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور انہوں نے اسے حسن کہا ہے)[3] امام احمد فرماتے ہیں حدیث بیر بضاعہ صحیح ہے اسے یحییٰ بن معین اور ابو محمد بن حزم نے صحیح کہا ہے۔ حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ، حسن بصری، ابن المسیب، عکرمہ، ابن ابی لیلیٰ، ثوری، داؤد ظاہری، نخعی، مالک رحمہم اللہ وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں میں چاہتا ہوں کاش کہ پانیوں کے متعلق امام شافعی کا مذہب بھی مالک کے مذہب کی طرح ہوتا۔ رہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"جب پانی دو قلے ہو وہ گندگی کو نہیں اٹھاتا"۔ (خمسہ)[4]

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۲۳، ۳۲۲)

[2] بضاعہ پہلے حرف پر پیش ہے مدینے کا کنواں ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں میں نے قتیبہ بن سعید سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے بضاعہ کنویں کے نگہبان سے اس کی گہرائی پوچھی اس نے کہا اس کا پانی اکثر ناف تک رہتا ہے میں نے کہا جب کم ہو؟ کہا شرم گاہ سے نیچے تک۔ ابوداؤد فرماتے ہیں: میں نے اپنی چادر کے ساتھ بیر بضاعہ کو ماپا اس پر چادر پھیلا دی تو اس کا عرض چھ گز تھا جس نے باغ کا دروازہ کھول کر مجھے اندر داخل کیا تھا اس سے میں نے پوچھا کیا اس کی بناوٹ پہلے سے بدل گئی ہے؟ کہا نہیں۔ میں نے اس میں رنگ بدلا ہوا پانی دیکھا۔

[3] علامہ البانی نے اسے صحیح سنن ابی داؤد ۶۰ میں درج کیا ہے بحوالہ صحیح الجامع الصغیر و زیادتہ از البانی (۱/۳۹۰) حدیث نمبر ۱۹۲۰۔

[4] رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی والنسائی والدارمی وابن ماجہ کذا تنقیح الرواۃ (۱/۸۵) وصححہ الالبانی فی الارواء۔

تو یہ سنداً اور متناً مضطرب ہے۔ التمہید میں ابن عبدالبر نے لکھا ہے جو مذہب امام شافعی کا حدیث قلتین کے موافق ہے یہ مذہب بلحاظ نظر ضعیف اور بلحاظ اثر غیر ثابت ہے۔

جوٹھا

جوٹھا اسے کہتے ہیں جو پینے کے بعد برتن میں بچ رہے۔ اس کی چند اقسام ہیں۔

(۱) آدمی کا جوٹھا:

مسلمان اور کافر اور جنبی اور حائض کا جوٹھا پاک ہوتا ہے۔ رہا اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ ﴾ (سورۃ البقرۃ)

ترجمہ ''سوائے اس کے نہیں مشرک نجس ہیں''۔

تو اس سے مراد ان کی معنوی نجاست ہے کہ ان کا عقیدہ باطل ہے نیز وہ گندگیوں اور نجاستوں سے بچاؤ نہیں کرتے۔ مراد یہ نہیں کہ ان کے بدن اور ان کی ذات نجس ہے وہ مسلمانوں کے ساتھ میل جول رکھتے تھے۔ ان کے ایلچی اور وفود نبی ﷺ کے پاس آتے اور آپ ﷺ کی مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے کوئی ایسی چیز دھونے کا حکم نہیں دیا جسے ان کے جسم لگ گئے ہوں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں:

''میں حالت حیض میں پانی پیتی پھر میں وہ برتن نبی ﷺ کو دے دیتی آپ ﷺ اس پر اپنا منہ میرے منہ کی جگہ[۱] پر لگاتے''۔[۲]

(۲) ان جانوروں کا جوٹھا جن کا گوشت کھایا جاتا ہے:

یہ پاک ہے۔ کیونکہ ان کا لعاب پاک گوشت سے پیدا ہوتا ہے تو اس کا حکم

---

۱ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ اس جگہ سے پیتے جہاں سے انہوں نے پیا ہوتا۔

۲ صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۴۳) طبع کراچی۔

کیا گیا ہے۔ ابو بکر ابن المنذر فرماتے ہیں اہل علم نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ جس جانور کا گوشت کھایا جائے اس کا جوٹھا پینا جائز ہے اور اس سے وضو بھی۔

(۳) خچر، گدھے، درندوں اور زخمی کرنے والے پرندوں کا جوٹھا:

یہ پاک ہے۔ کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا "جو گدھے باقی چھوڑیں کیا ہم اس سے وضو کرلیں؟ فرمایا ہاں اور اس سے بھی جو ہر قسم کے درندے باقی چھوڑیں" (شافعی، دارقطنی اور بیہقی نیز وہ فرماتے ہیں اگر اس کی سندیں ایک دوسرے کے ساتھ ملائی جائیں تو قوی ہو جاتی ہیں)[1] اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں رات کو نکلے۔ وہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنے حوض کے[2] پاس بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا رات کو تیرے حوض پر درندوں نے منہ مارا تھا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔ اے حوض والے اس کو نہ بتا یہ تکلف کرنے والا ہے۔ ان کے لئے ہے جو وہ اپنے پیٹوں میں اٹھالے گئے اور جو بچ گیا وہ ہمارے لئے پینا اور پاک ہے"۔[3]

حضرت یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک قافلہ لے کر نکلے جن میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی تھے حتیٰ کہ وہ ایک حوض پر پہنچے عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا اے حوض والے کیا تیرے حوض پر درندے بھی پانی پینے کے لئے آتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو ہمیں نہ بتا ہم درندوں کے بعد پانی پیتے ہیں اور وہ ہمارے بعد پانی پئیں گے۔[4]

---

[1] قال الخطیب رواه فی شرح السنة كذا فی التنقیح (۸۶/۱)

[2] مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے پیتے جہاں سے انہوں نے پیا ہوتا۔

[3] خطیب نے دونوں روایات درج کی ہیں تھیں مرفوع اور موقوف جبکہ مرفوع کو حضرت عمر سے روایت کر کے رزین کی طرف منسوب کیا ہے دیکھئے تنقیح الدواة (۸۶/۱)

[4] مؤطا امام مالک (۲۴/۱، ۲۳) حدیث نمبر ۴۳۔

(۴) بلی کا جوٹھا:

یہ پاک ہے۔ کیونکہ حضرت کبشہؓ بنت کعب کی حدیث ہے وہ حضرت ابوقتادہ کی بیوی تھیں کہ ابوقتادہ ان کے پاس آئے انہوں نے ان کے لئے پانی ڈالا۔ ایک بلی آئی وہ اس سے پینے لگی ابوقتادہ نے برتن اس کی طرف[1] جھکا دیا حتیٰ کہ اس نے اس سے پی لیا۔ کبشہ کہتی ہیں انہوں نے دیکھا کہ میں دیکھ رہی ہوں۔ کہا اے میرے بھائی کی بیٹی کیا تو تعجب کرتی ہے؟ کہا "ہاں" تو کہنے لگے بے شک رسول اللہؐ نے فرمایا یہ (بلی) نجس نہیں ہے یہ تم پر بہت چکر لگانے والوں اور بہت چکر لگانے والیوں میں سے ہے۔ (خمسہ)[2] اور ترمذی فرماتے ہیں حدیث حسن صحیح ہے اور بخاری وغیرہ نے اسے صحیح کہا ہے)۔

(۵) کتے اور خنزیر کا جوٹھا:

یہ نجس ہے اس سے اجتناب واجب ہے۔ کتے کا جوٹھا اس لئے نجس ہے کہ امام بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں پی لے تو وہ اسے سات مرتبہ دھوئے"۔[3]

احمد اور مسلم میں ہے "جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ مار دے اُسے پاک کرنا یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھو لے ان میں سے پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ"۔ اور رہا خنزیر کا جوٹھا تو یہ اس کی خباثت اور گندگی کی وجہ سے ہے۔

---
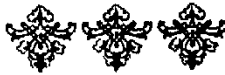
[1] حدیث میں آمدہ لفظ اصغی کا معنی مائل کیا ہے۔

[2] قال الخطیب رواہ أبوداود كذا في التنقيح (۸٦/۱)

[3] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۲۷۴) حدیث نمبر ۱۷۲

نجاست

نجاست وہ گندگی ہے جس سے بچنا اور جہاں لگ جائے اسے دھونا مسلمان پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴾ (المدثر : ٤)

''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ''۔

اور اس بلند ذات نے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴾ (البقرہ : ٢٢٢)

''بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور وہ پاک رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''پاکیزگی نصف ایمان ہے''۔

اس کی چند مباحث ہیں جنہیں ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

نجاست کی اقسام[1]

(ا) مردار:

وہ ہوتا ہے جو بغیر تذکیہ[2] کے اپنی موت آپ مر جائے۔ جو کچھ زندہ جانور سے

---

1. نجاست یا تو حسی ہوتی ہے جیسے پیشاب اور خون یا حکمی ہوتی ہے جیسے جنابت۔
2. (یعنی شرعی ذبح کے ذکی الشاۃ کا معنی ہے اس نے ذبح کیا)

کاٹا جائے وہ بھی اس سے ملحق ہوگا۔ کیونکہ حضرت ابوواقد اللیثی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو کچھ چوپائے سے کاٹا جائے جب کہ وہ زندہ ہو تو وہ مردار ہے''۔[1]

اس سے (درج ذیل) صورتیں مستثنیٰ ہوں گی:

(ب) مری ہوئی مچھلی اور ٹڈی:

یہ پاک ہیں کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے گئے ہیں رہے دو مردار تو مچھلی[2] اور ٹڈی ہیں۔ اور رہے دو خون تو کلیجی اور تلی ہیں''۔[3]

یہ حدیث ضعیف ہے لیکن امام احمد نے اس کے موقوف ہونے کو درست کہا ہے۔ جیسا کہ ابوزرعہ اور ابو حاتم نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اس طرح کی حدیث کا حکم مرفوع والا ہوتا ہے کیونکہ صحابی کا کہنا ''ہمارے لئے یہ چیز حلال کی گئی اور ہم پر یہ چیز حرام کی گئی'' یہ ان کے ''ہمیں حکم دیا گیا اور ہمیں منع کیا گیا'' کہنے کی مانند ہے نیز پیغمبر ﷺ کا قول گزر چکا ہے کہ ''اس (سمندر) کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے''۔

(ب) وہ مری ہوئی چیز جس کا خون نہیں بہتا جیسے چیونٹی، شہد کی مکھی وغیرہ یہ پاک ہیں۔ جب کسی چیز میں گریں اس میں مر جائیں تو اسے نجس نہیں کرتیں۔ ابن المنذر نے فرمایا: جو چیزیں ذکر کی گئی ہیں ان کی طہارت کے متعلق میرے علم میں کوئی اختلاف نہ ہے سوائے اس کے جو امام شافعی سے روایت کی گئی ہے۔ ان کے مشہور مذہب کے مطابق یہ نجس ہیں۔ اگر کسی مائع چیز میں پڑ جائیں تو جب تک اسے تبدیل نہ

---

[1] ابوداؤد، ترمذی اور انہوں نے اسے حسن کہا ہے فرماتے ہیں اہل علم کے ہاں اس پر عمل ہے۔

[2] حدیث شریف میں وارد لفظ حوت کا معنی مچھلی ہے۔

[3] سنن الدارقطنی (۲۷۲/۴) حدیث نمبر ۲۵۔

کر دیں معاف ہوگا (یعنی حرج نہیں)

(ج) مردار کی ہڈی، اس کا سینگ، ناخن، بال، پر، چمڑا اور ہر وہ چیز جو اس کی جنس سے ہو پاک ہے۔ کیونکہ ان سب میں اصل طہارت ہے اور نجاست پر کوئی دلیل نہ ہے۔ امام زہری ہاتھی وغیرہ مرداروں کی ہڈیوں کے متعلق فرماتے ہیں میں نے سلف علماء میں سے کچھ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ ان کے ساتھ کنگھی کرتے اور ان میں تیل ڈالتے تھے اس میں وہ کوئی حرج نہ سمجھتے تھے[1] حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت میمونہ کی ایک لونڈی پر ایک بکری صدقہ کی گئی وہ مرگئی رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے گزرے فرمایا: تم نے اس کا چمڑہ کیوں نہ اتار لیا تم اس کو رنگ لیتے اور اس سے نفع اٹھاتے؟ انہوں نے کہا یہ مری ہوئی ہے فرمایا: اس کا تو کھانا ہی حرام کیا گیا۔ (اسے سب نے روایت کیا ہے)[2] مگر ابن ماجہ نے اس میں عن میمونہ کہا ہے۔ جب کہ بخاری اور نسائی میں رنگنے کا ذکر نہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے یہ آیت پڑھی:

﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً ﴾ (سورۃ الانعام آیت ۱۴۵)

”کہو کہ جو احکام مجھ پر نازل ہوئے ہیں میں ان میں کوئی چیز جسے کھانے والا کھائے حرام نہیں پاتا بجز اس کہ وہ مرا ہوا جانور ہو“۔

اور فرمایا:

”جس چیز کا کھانا حرام کیا گیا ہے وہ صرف گوشت ہی ہے رہا چمڑہ، قد[3] دانت،

---

[1] دیکھئے صحیح بخاری مع فتح الباری (۳۴۲/۱) باب ما یقع من النجاسات فی السمن والماء.

[2] دیکھیے صحیح مسلم مع شرح النووی (۱۵۸،۱۵۹/۱) باب طھارۃ جلو بالدباغ.

[3] قد قاف پر زیر ہے۔ چمڑے کا ایک برتن ہے اھ قاموس۔

ہڈی، بال اور اون تو یہ حلال ہیں‘‘۔[1]

اسی طرح مردار کا انفحہ اور اس کا دودھ پاک ہے کیونکہ جب صحابہؓ نے عراق کے علاقے فتح کیے انہوں نے مجوسیوں کا پنیر کھایا جب کہ یہ انفحہ سے بنایا جاتا ہے۔ باوجود یہ کہ ان کا ذبیحہ مردار کی طرح ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے ان سے پنیر، گھی اور پوستین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کہا ہے۔ حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کہا ہے۔ اور جس چیز سے انھوں نے خاموشی اختیار کی ہے تو وہ ان میں سے ہے جن کو اس نے معاف رکھا ہے۔

یہ بات معلوم ہے کہ سوال مجوس کے پنیر کے متعلق تھا۔ جب حضرت سلمان مدائن پر حضرت عمر کی نائب (السلطنت) تھے۔

(۲) خون:

خون نجس ہے چاہے مسفوح ہو یعنی اس خون کی طرح بہنے والا جو مذبوح سے نکلتا ہے یا حیض کا خون ہو اگر تھوڑا سا ہو تو معاف ہے۔ حضرت ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے فرمان اودما مسفوحا کے متعلق مروی ہے فرماتے ہیں وہ خون جو بہایا جائے اس میں سے جو رگوں میں رہ جائے اس پر حرج نہ ہے (ابن المنذر)۔ ابومجلز سے خون کے متعلق مروی ہے جو خون بکری ذبح کرنے کی جگہ پر ہو یا ہنڈیا کے اوپری حصہ پر ہو؟ فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ ممانعت تو صرف بہنے والے خون سے ہے۔ (عبد بن حمید وابوالشیخ) اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں ہم گوشت کھاتے تھے جب کہ ہنڈیا پر خون کی لکیریں ہوتیں۔ حسن فرماتے ہیں مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں میں نماز پڑھتے

---

[1] مصباح اللغات صفحہ ۸۹۳ میں ہے انفحہ: بکری کا بچہ جو ابھی صرف دودھ ہی پیتا ہو اس کے پیٹ سے ایک چیز نکالتے ہیں اور کپڑے میں لت پت کر لیتے ہیں پھر وہ پنیر کی مانند گاڑھا ہو جاتا ہے۔

رہے[1]۔ صحیح روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی جب کہ ان کے زخم سے خون جاری تھا۔[2] اسے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بیان کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز میں ایک قطرہ اور دو قطرہ پر حرج نہ سمجھتے تھے۔ رہا پسوؤں کا خون اور وہ جو پھوڑے، پھنسیوں سے نکلتا ہے تو وہ ان آثار کی وجہ سے معاف ہے۔ ابومجلز سے پیپ کے متعلق پوچھا گیا کہ اگر وہ بدن کو اور کپڑے کو لگ جائے؟ فرمایا: کچھ بھی نہیں اللہ تعالیٰ نے صرف خون کا ذکر کیا ہے اس نے پیپ کا ذکر نہیں کیا۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

> پیپ وغیرہ سے کپڑا دھونا واجب ہے۔ فرماتے ہیں: اس کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں آئی (اھ)

بہتر بات یہ ہے کہ بقدر امکان انسان اس سے بچے۔

خنزیر کا گوشت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> ”کہو کہ جو احکام مجھ پر نازل ہوئے ہیں میں ان میں کوئی چیز جسے کھانے والا حرام کھائے نہیں پاتا بجز اس کے کہ وہ مرا ہوا جانور ہو یا بہتا لہو یا سور کا گوشت یہ (سب) ناپاک ہیں“ [3]

یعنی یہ سب خبیث ہیں سلیم طبیعتیں ان سے کراہت پاتی ہیں ضمیر تینوں قسموں کی طرف لوٹ رہی ہیں علماء کے دو میں سے ظاہر ترین قول کے مطابق خنزیر کے بال کے ساتھ سینا، گانٹھنا جائز ہے۔

---

[1] روایت میں وارد لفظ سحب کا معنی چلتا ہے۔

[2] دیکھئے صحیح بخاری مع فتح الباری (۲۸۰/۱) باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین الخ۔

[3] رجس کا معنی نجس ہے۔ یہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۵ کا کچھ حصہ ہے

(۴، ۵، ۶) آدمی کی قے، اس کا پیشاب اور پاخانہ:

ان اشیاء کی نجاست پر اتفاق کیا گیا ہے۔ ہاں اگر تھوڑی سی قے ہو تو معاف ہے۔ نیز اس بچے کے پیشاب پر بھی تخفیف ہے جو کھانا نہ کھاتا ہو اس کو پاک کرنے میں پانی کے چھینٹے مارنا کافی ہوگا۔ کیونکہ حضرت ام قیسؓ کی حدیث ہے:

''وہ نبی ﷺ کے پاس اپنا بیٹا لے کر گئیں جو کھانا کھانے کی عمر کو نہ پہنچا تھا ان کے اس بچے نے نبی ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا اس سے اپنے کپڑوں پر چھینٹے مار دیئے اور اسے نہ دھویا''۔[1]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے اور بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا''۔[2]

قتادہ فرماتے ہیں یہ تب ہے کہ جب وہ دونوں کھانا نہ کھاتے ہوں اگر وہ دونوں کھانا کھاتے ہوں تو دونوں کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔[3] فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے فرمایا اس کی سند صحیح ہے۔[4]

پھر چھینٹے مارنا تب ہی کفایت کرے گا کہ جب تک بچہ رضاعت پر ہی کفایت کرتا ہو۔ لیکن اگر وہ غذا کے طور پر کھانا کھائے تو بلا اختلاف دھونا واجب ہوگا۔ اس پر چھینٹے مارنے کی رخصت کی وجہ شاید یہ ہو کہ لوگ اس کو اٹھانے کا شوق رکھتے ہیں جو ان پر اکثر پیشاب کا موجب ہو جاتا ہے نیز ان کے کپڑے دھونے میں

---

[1] حدیث میں وارد لفظ نضح کا معنی چھینٹے مارنا ہے دیگر روایات میں آمدہ لفظ رش سے بھی یہی مراد ہے۔

[2] دیکھئے صحیح بخاری مع فتح الباری (۳۲۶/۱) حدیث نمبر ۲۲۳۔

[3] احمد۔ یہ لفظ انہی کے ہیں نیز اصحاب سنن سوائے نسائی کے

[4] دیکھئے فتح الباری شرح صحیح البخاری (۳۲۶/۱، ۳۲۵)

مشقت ہے لہٰذا اس کے متعلق تخفیف کر دی گئی ہے۔

(۵) ودی:

یہ سفید گاڑھا پانی ہے جو پیشاب کے بعد نکلتا ہے اور یہ بلا اختلاف نجس ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں رہی ودی تو یہ پیشاب کے بعد ہوتی ہے آدمی اپنے ذکر اور خصیتین کو دھوئے گا اور وضو کرے گا جب کہ غسل نہیں کرے گا۔ (ابن المنذر)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ منی، ودی اور مذی میں سے جو منی ہے اس میں غسل (لازم) ہے رہی مذی اور ودی تو ان دونوں میں اچھی طرح پاکیزگی لازم ہیں (اثرم اور بیہقی) بیہقی کے الفاظ یہ ہیں:

''رہی ودی اور مذی تو فرمایا: اپنے ذکر (یا فرمایا مذاکیر) کو دھو لو اور تم نماز والا وضو کر لو''۔

(۸) مذی:

یہ سفید لیس دار پانی ہے جو جماع کی سوچ یا (بیوی کے ساتھ) کھیلنے سے نکلتا ہے۔ کبھی کبھی انسان کو اس کے نکلنے کا علم نہیں ہوتا۔ یہ مرد اور عورت دونوں کا ہوتا ہے لیکن عورت کی طرف سے زیادہ ہوتا ہے یہ باتفاق علماء نجس ہے۔ اگر یہ بدن کو لگ جائے تو اس کا دھونا واجب ہے۔ اور اگر کپڑے کو لگ جائے تو اس میں کپڑوں پر چھینٹے مار لینا کافی ہوگا کیونکہ یہ ایک ایسی نجاست ہے جس سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ تنہا رہنے والے جوان کے کپڑوں کو اکثر لگ جاتی ہے لہٰذا یہ بچے کے پیشاب سے بھی زیادہ تخفیف کی حق دار ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

''میں بہت مذی والا آدمی تھا میں نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ نبی ﷺ سے سوال کرے کیونکہ آپ ﷺ کی بیٹی میرے ہاں تھی۔ اس نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تو وضو کر اور اپنا ذکر دھو لے''۔[1]

---

[1] دیکھئے صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۷۹) حدیث نمبر ۲۶۹۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

''مجھے مذی سے بہت تکلیف اور مشقت ہوا کرتی تھی اور میں اس لئے اکثر غسل کرتا تھا میں نے رسول ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھے اس سے وضو کافی ہے۔ میں عرض کیا: اے اللہ کے پیغمبر! اس میں سے جو میرے کپڑوں کو لگ جائے؟ فرمایا: ''تیرے کپڑے پر جہاں وہ لگے وہاں سے پکڑ اس پر پانی کے چھینٹے مار تیرے لئے یہ کافی ہے''۔

(ابو داؤد، ابن ماجہ اور ترمذی نیز وہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔[1]

اس حدیث میں محمد بن اسحاق راوی ہے جو وہ معنعن بیان کرے تو ضعیف ہے کیونکہ وہ مدلس ہے لیکن یہاں اس نے تحدیث کی صراحت کی ہے۔ اثرم رضی اللہ عنہ نے اسے بایں الفاظ نقل کیا ہے:

''مجھے مذی سے دشواری ہوتی تھی لہٰذا میں نبی ﷺ کے پاس گیا میں آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے لئے کافی ہے کہ تم دو ہاتھ بھر پانی لو تو اس پر چھڑک دو''۔

(۹) منی:

بعض علماء کا قول اس کی نجاست کا ہے لیکن اس کا پاک ہونا ظاہر ہے، لیکن اگر یہ تر ہو تو اس کو دھونا اور خشک ہو تو رگڑنا مستحب ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں'' میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑوں سے منی کھرچتی اگر وہ خشک ہوتی اور اگر تر ہوتی تو میں اسے دھوتی تھی''۔[2]

---

[1] حافظ نے اسے فتح الباری میں بھی ذکر کیا ہے دیکھئے فتح الباری (۱/۳۸۰)

[2] اسی مفہوم کی روایت حضرت عائشہ سے صحیح بخاری میں بھی مروی ہے دیکھئے: مع فتح الباری (۱/۳۳۲) حدیث نمبر ۲۳۰۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

''نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ منی کپڑے کو لگ جائے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ تو کھنگار اور تھوک کے درجہ میں ہے تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ تم اسے کسی کپڑے یا گھاس سے صاف کرلو''۔ (دار قطنی، بیہقی اور طحاوی)

اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف کیا گیا ہیں

(۱۰) جس جانور کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو اس کا پیشاب اور گوبر:

یہ دونوں نجس ہیں کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں ''نبی ﷺ پاخانہ کے لئے گئے مجھے حکم فرمایا کہ میں آپ ﷺ کے پاس تین پتھر لاؤں مجھے دو پتھر مل گئے تیسرا میں نے ڈھونڈھا تو نہ ملا میں نے ایک (خشک) گوبر پکڑا میں وہ آپ ﷺ کے پاس لے گیا آپؐ نے دونوں پتھر لے لئے اور گوبر پھینک دیا اور فرمایا یہ رجس ہے'' (بخاری، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ)۔[1] انہوں نے ایک روایت میں اضافہ کیا ہے کہ یہ رکس[2] ہے بے شک یہ گدھے کا گوبر ہے۔

اس میں سے اگر تھوڑا ہو تو معاف کیونکہ اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔

ولید بن مسلم نے فرمایا: ''میں نے اوزاعی سے کہا خچر، گدھا اور گھوڑا[3] ان جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کے پیشاب کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ان (صحابہ کرامؓ) کو اپنے غزوات میں اس واسطہ پڑتا تھا لیکن وہ جسم یا کپڑے کو بالکل نہ دھوتے تھے۔ رہا اس جانور کا پیشاب اور گوبر جس کا گوشت کھایا جاتا ہو تو امام مالک، احمد اور شافعیہ کی ایک جماعت کا قول اس کے طاہر ہونے کا ہے۔

---

[1] دیکھئے صحیح بخاری مع فتح الباری (۲۵۶/۱) حدیث نمبر ۱۵۶۔

[2] رکس کا معنی نجس ہے۔

[3] صحیح حدیث کے مطابق گھوڑے کا گوشت کھایا جا سکتا ہے

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں صحابہؓ میں سے کسی نے اس کی نجاست کا ذکر نہیں کیا' بلکہ اس کی نجاست کا قول نیا بنایا گیا ہے جو کہ پیش روصحابہ سے مروی نہ ہے انتھیٰ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "عکل یا عرینہ[1] سے کچھ لوگ آئے انہوں نے مدینہ کی آب وہوا کو موافق پایا۔ نبی ﷺ نے انہیں اونٹوں میں چلے جانے کا حکم فرمایا نیز یہ کہ وہ ان کا پیشاب اور ان کے دودھ پئیں[2] یہ حدیث اونٹ کا پیشاب پاک ہونے کی دلیل ہے جب کہ دیگر گوشت کھائے جانے والے جو جانور ہیں انہیں اس پر قیاس کیا جائے گا۔ ابن المنذر فرماتے ہیں جس نے کہا کہ یہ ان لوگوں کے ساتھ خاص تھا اس نے درست نہیں کہا کیونکہ خاص ہونا دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔ فرماتے ہیں اہل علم نے بازاروں میں بکریوں کی مینگنیاں بیچنا اور قدیم اور جدید زمانہ میں اونٹوں کے پیشاب کو اپنی دواؤں میں استعمال کرنے کو جو بغیر کسی اعتراض کے چھوڑ رکھا ہے یہ ان کی طہارت کی دلیل ہے۔ شوکانی فرماتے ہیں ہر وہ جانور جس کا گوشت کھایا جائے اس کا پیشاب اور گوبر پاک ہے اس کی دلیل اصل پر تمسک اور برأت اصلیہ کا استصحاب ہے۔ نجاست وہ حکم شرعی ہے جو (کسی چیز کو) اس حکم سے نقل (تبدیل) کرتا ہے جس کا تقاضا اصل اور برأت کرتی ہے تو اس (یعنی نجاست) کے مدعی کا قول اس وقت تک قبول نہ کیا جائے گا جب تک وہ ایسی دلیل نہ لائے جس کی وجہ سے اس کا حکم نقل (تبدیل) کرنا درست ہو۔ جب کہ ہمیں ان کی نجاست کے قائلین کی اس پر کوئی دلیل نہیں ملی۔

---

[1] حدیث میں وارد چند الفاظ کے معانی۔ عکل اور عرینہ: مصغر ہے۔ دو قبیلے ہیں۔ اجتووا: انہیں جوی لگ گیا یہ ایک مرض ہے جو لمبا ہو جائے تو پیٹ کی بیماری بن جاتا ہے۔ لقاح لقحہ (زیر اور سکون) کی جمع ہے یہ دودھ دینے والے اونٹنی کو کہتے ہیں۔

[2] دیکھئے صحیح بخاری مع فتح الباری (۳۳۵/۱) حدیث نمبر ۲۳۳۔

(۱۱) جلالہ:

جلالہ پر سواری کرنے، اس کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے پر ممانعت آئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے جلالہ کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے''۔[1] (خمسہ ماسوائے ابن ماجہ جب کہ ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے) ایک روایت میں ہے ''جلالہ پر سواری کی ممانعت ہے''۔[2] عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے فرماتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے گھریلو گدھے کے گوشت سے منع فرمایا نیز جلالہ سے بھی اس پر سواری کرنے اور اس کا گوشت کھانے سے''۔[3]

جلالہ: اونٹ، گائے، بکری، مرغ، بطخ وغیرہ وہ جانور جو پاخانہ (گند) کھائے حتیٰ کہ اس کی خوشبو بدل جائے اگر اسے گند سے ایک وقت تک روکے رکھا جائے وہ پاکیزہ چارہ کھائے تو اس کا گوشت اچھا ہو جائے گا اور اس سے جلالہ کا نام بھی جاتا رہے گا کیونکہ ممانعت اور (خوشبو کی) تبدیلی کی جو وجہ تھی وہ ختم ہو چکی۔

شراب:

یہ جمہور علمائے کے نزدیک نجس ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''سوائے اس کے نہیں کہ شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک[1] شیطانی کام ہیں''۔

ایک گروہ کا قول ان کی طہارت کا ہے انہوں نے آیت میں لفظ رجس کو رجسِ معنوی پر

---

[1] سنن ابی داؤد (۴/۱۴۹) حدیث نمبر ۳۷۸۶۔

[2] سنن ابی داؤد (۴/۱۴۹) حدیث نمبر ۳۷۸۷۔

[3] رجس کا معنی نجس ہے۔

محمول کیا ہے کیونکہ لفظ رجس خمر کی خبر ہے اور جن چیزوں کو اس پر عطف کیا گیا ہے تو ان کو قطعاً نجاست حسی سے موصوف نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تم بتوں کے رجس کے بچو''۔

تو بت رجسِ معنوی ہیں نہ کہ ان کو چھونا نجاست دیتا ہے۔ آیت میں جو فرمایا گیا کہ شیطانی کام ہیں اس کی تفسیر میں ہے کہ یہ عداوت اور نفرت ڈالتے ہیں نیز اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتے ہیں۔

''سبل السلام میں ہے'' حق یہ ہے کہ اشیاء میں اصل طہارت ہے اور تحریم نجاست کو لازم نہیں کرتی۔ دیکھیں بھنگ والی بوٹی حرام ہے لیکن وہ پاک ہے۔ رہی نجاست تو اس میں تحریم لازم ہوتی ہے لہٰذا ہر نجس حرام ہے لیکن اس کے برعکس نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نجاست میں حکم ہوتا ہے کہ اس کو چھونا ہر حال میں منع ہے لہٰذا جب نجاست میں حکم ہوگا تو وہ اس کی تحریم کا حکم بھی ہوگا۔ لیکن تحریم کا حکم اس طرح نہ ہے۔ دیکھیں سونا اور ریشم پہننا حرام ہیں لیکن ضرورت اور اجماع کی رو سے دونوں طاہر ہیں''۔ جب آپ کو یہ بات سمجھ آ گئی تو مزید سمجھئے کہ شرابوں اور اس شراب کی حرمت جس پر نصوص کی دلالت ہو اس سے ان کی نجاست لازم آئے گی۔ بلکہ اس پر دیگر دلیل ہونا ضروری ہوگا۔ ورنہ یہ متفق علیہ اصول طہارت پر باقی رہیں گے۔ پس جو شخص اس کے خلاف دعویٰ ہو تو اس کے ذمہ دلیل پیش کرنا ہے۔

(۱۳) کتا:

یہ نجس ہے اور جس چیز میں منہ مارے اسے سات مرتبہ دھونا واجب ہے ان میں سے پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ مارے اسے پاک کرنا یوں ہے

کہ اسے سات مرتبہ آدمی دھوئے ان میں سے پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ"۔[1]

اگر وہ کسی ایسے برتن میں منہ مارے جس میں جما ہوا (جامد) کھانا ہو تو جہاں اس نے منہ مارا ہوا سے اور ارد گرد کو گرا دیا جائے اور باقی سے سابق طہارت کی بنیاد پر نفع اٹھایا جائے۔ رہے کتے کے بال تو ظاہر ترین بات یہ ہے کہ وہ پاک ہیں اور ان کی نجاست ثابت نہ ہے۔

بدن اور کپڑے کو پاک کرنا:

کپڑے اور بدن کو اگر نجاست لگ جائے وہ اگر خون کی طرح نظر آ رہی ہو تو دونوں کو پانی سے دھونا واجب ہے حتیٰ کہ وہ زائل ہو جائے۔ اگر دھونے کے بعد ایسا نشان باقی رہ جائے جس کا ختم ہونا مشکل ہو تو وہ معاف ہے۔ اور اگر وہ نجاست نظر نہ آئے جیسے پیشاب ہے تو اس کو دھونا ہی کافی ہوگا گو کہ ایک مرتبہ ہو۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی کہا ہم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ فرمایا: وہ اس کو کھرچے پھر پانی کے ساتھ ملے پھر اسے دھوئے پھر اس میں نماز پڑھ لے"۔[2] (متفق علیہ)[3]

اگر عورت کے کپڑے کے دامن کو نجاست لگ جائے تو زمین اسے پاک کر دے گی کیونکہ روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت ام سلمہؓ سے کہا میں اپنے دامن کو لمبا رکھتی ہوں اور میں گندی جگہ میں چلتی ہوں؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس سے فرمایا

---

[1] دیکھیے صحیح مسلم شرح النووی (۱/۱۲۷)

[2] حدیث میں وارد لفظ حت اور قرص کا معنی انگلیوں کے کونوں سے ملنا ہے اور نضح پانی کے ساتھ دھونا ہے۔

[3] دیکھیے صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۴۱۰) حدیث نمبر ۳۰۷۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''جو اس کے بعد جگہ ہے وہ اسے پاک کر دے گی''۔[1]

زمین کو پاک کرنا:

جب زمین کو نجاست لگ جائے تو اس پر پانی بہانے سے وہ پاک ہو جائے گی کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں ایک اعرابی اٹھا اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ اس کی طرف اٹھے تاکہ اس کو ماریں تو نبی ﷺ نے فرمایا:

''اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہا دو تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو تم تنگی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے''۔

(اسے سوائے مسلم کے سب نے روایت کیا ہے)۔[2]

نیز زمین اور جو چیز اس پر مستقل بنائی گئی ہو جیسے درخت اور عمارت تو یہ خشک ہونے سے پاک ہو جائیں گے۔ ابو قلابہ کہتے ہیں زمین کا خشک ہونا اس کا پاک ہونا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''زمین کا خشک ہونا اس کا پاک ہونا ہے'' (ابن ابی شیبہ)

یہ تب ہے کہ جب نجاست مائع (بہنے والی) ہو لیکن اگر اس کا جسم ہو تو جب تک اسے ہٹایا یا بدلہ نہ جائے زمین پاک نہ ہوگی۔

گھی وغیرہ کو پاک کرنا:

حضرت ابن عباس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں نبی ﷺ سے چوہیا کے متعلق پوچھا گیا جو گھی میں گر جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] قال الخطوب رواہ احمد والترمذی کذا فی التنقیح (۱/۸۸)

[2] دیکھئے صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۲۳) حدیث نمبر ۲۲۰۔

"اس کو اور اس کے ارد گرد جو ہے اسے پھینک دو اور (باقی) گھی تم کھالو"۔[1]

حافظ فرماتے ہیں: ابن عبدالبر نے اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ جب یہ جمے ہوئے گھی میں مری پڑی ہو تو اسے اور جو اس کے ارد گرد ہو اسے پھینک دیا جائے بشرطیکہ ثابت ہو جائے کہ اس کے اجزاء میں سے کچھ اس میں ملا ہوا نہ ہے۔ رہا مائع تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جمہور کا مذہب ہے کہ اس میں نجاست ملنے کی وجہ سے سب نجس ہو جائے گا جب کہ ان میں سے ایک فریق نے اختلاف کیا ہے جن میں زہری اور اوزاعی شامل ہیں۔[2]

مردہ جانور اور چمڑے کو پاک کرنا:

رنگنے سے مردہ جانور کا چمڑہ اور باطنی طور پر پاک ہو جائے گا کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: "جب چمڑا رنگ دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے"۔ (متفق علیہ)

آئینہ وغیرہ کو پاک کرنا:

آئینہ، چھری، تلوار، ناخن، ہڈی، شیشہ، برتن اور ہر چمکدار چیز جس کے مسام نہ ہوں اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے اس چیز کے ساتھ صاف کر دیں جس سے نجاست کا اثر ختم ہو جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی تلواریں اٹھائے نماز پڑھتے جب کہ انہیں خون لگا ہوتا وہ ان کو صاف کر لیتے اور اسی پر اکتفاء کرتے۔ (ان کی رائے ہے کہ صاف کر لینا ہی اسے پاک کرنے کے لئے کافی ہے)۔

جوتے کو پاک کرنا:

نجاست والا جوتا اور موزہ زمین پر رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے بشرطیکہ نجاست کا اثر چلا جائے۔ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے[3] فرماتے ہیں:

---

[1] دیکھئے صحیح بخاری مع فتح الباری (۳۴۳/۱) حدیث نمبر ۲۳۵ اور ۲۳۶۔

[2] ان دونوں کا مذہب ہے کہ مائع کا حکم پانی کے حکم کی طرح ہے یعنی وہ نجس نہ ہو گا جب تک نجاست سے متغیر نہ ہو جائے۔ اگر متغیر نہ ہوا تو وہ طاہر ہے۔ حضرت ابن مسعود، ابن عباس اور بخاری کا بھی یہی مذہب ہے اور صحیح ہے۔

[3] ان کی رائے میں صاف کر لینا ہے اسے پاک کے لئے کافی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی اپنے جوتے سے گندگی روند لے تو مٹی اس کو پاک کرنے والی ہے''۔ (ابوداؤد)[1]

ایک اور روایت میں ہے:

''جب موزوں سے گندگی کو روند لے تو ان کو مٹی پاک کرنے والی ہے''۔

حضرت ابوسعید سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:[2]

''جب تم میں سے کوئی مسجد کو آئے وہ اپنے جوتوں کو الٹائے ان کو دیکھے اگر کوئی گندگی نظر آئے تو اسے زمین کے ساتھ صاف کرلے پھر ان میں نماز پڑھ لے''۔[3] (احمد، ابوداؤد)

چونکہ یہ ایسی چیز ہے جو بار بار نجاست کے ساتھ لگتی رہتی ہے لہٰذا اسے جامد چیز کے ساتھ صاف کرلینا کافی قرار دیا۔ جیسے استنجاء کی جگہ ہے بلکہ یہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ استنجاء کی جگہ سے نجاست تو دو یا تین بار لگتی ہیں۔

چند فوائد جن کی بکثرت ضرورت پڑتی ہے:

(۱) وہ رسی جس پر دھلے ہوئے کپڑے ڈالے جائیں اس پر نجس کپڑا ڈالا جائے پھر اسے دھوپ یا ہوا میں خشک کردے تو اس کے بعد اس پر پاک کپڑے ڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) آدمی پر کوئی چیز گر جائے اسے پتہ نہ چلے کہ آیا یہ پانی ہے یا پیشاب؟ تو اس پر لازم نہیں کہ وہ پوچھے۔ اگر وہ پوچھ لے تو پوچھے گئے پر اسے جواب دینا واجب

---

[1] سنن ابی داؤد (۱/۲۶۷) حدیث نمبر ۳۸۵۔

[2] مستدرک حاکم (۱/۱۶۶)

[3] مسند امام احمد (۳/۲۰)

نہیں گو کہ اسے معلوم ہو کہ یہ نجس ہے نیز اسے دھونا بھی اس پر واجب نہیں ہے۔

(۳) پاؤں یا دامن کو رات کے وقت کوئی تر چیز لگ جائے اور آدمی کو معلوم نہ ہو کہ یہ کیا ہے تو اس پر واجب نہیں کہ وہ اسے سونگھے اور نہ ہی وہ اس کی پہچان کرے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک دن کسی پرنالے کے پاس سے گزرے ساتھ ایک ساتھی بھی تھا اس نے کہا اے پرنالے والے تیرا پانی پاک ہے یا نجس؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے پرنالے والے! ہمیں نہ بتا اور چل دیئے۔

(۴) جس چیز کو سڑکوں کا کیچڑ لگ جائے اسے دھونا واجب نہیں۔ حضرت کمیل بن زیاد فرماتے ہیں: میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا آپؓ بارش کے کیچڑ سے گزرتے۔ مسجد میں داخل ہوتے تو نماز پڑھتے جب کہ اپنے پاؤں نہ دھوتے تھے۔

(۵) اگر آدمی اپنی نماز سے فارغ ہو تو اپنے کپڑے یا بدن پر کوئی نجاست دیکھے جس کا اسے علم نہیں۔ یا اسے علم تو تھا لیکن وہ بھول گیا تھا یا بھولا نہ تھا بلکہ اسے صاف کرنے سے عاجز آ گیا تھا تو اس کی نماز درست ہو جائے گی اس پر دہرانا لازم نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ﴾ (سورۃ الاحزاب آیت ۵)

ترجمہ ''اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں''۔

اکثر صحابہ اور تابعین کا فتویٰ بھی یہی ہے

(۶) جس شخص پر کپڑے کی نجاست کی جگہ مخفی ہو جائے اس پر سارے کو دھو لینا واجب ہے کیونکہ جب تک سارے کو نہ دھویا جائے اس کی طہارت کا یقین نہ ہوگا اس مسئلہ کا تعلق درج ذیل اصول کے ساتھ ہے ''جس چیز کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہوتا ہو وہ بھی واجب ہے''۔

(۷) اگر نجس اور پاک کپڑوں کے درمیان اشتباہ ہو جائے تو ان میں سے ایک میں

ایک نماز پڑھ لے۔ جیسے مسئلہ قبلہ ہے پاک کپڑوں کی تعداد زیادہ ہو یا کم۔ ایک ہی بات ہے۔

قضائے حاجت

قضائے حاجت کرنے والے کے لئے بعض آداب ہیں جو مختصراً درج ذیل ہیں:

(۱) آدمی اپنے ساتھ ایسی چیز نہ لے جائے جس میں اللہ کا نام ہو الاّ یہ کہ اس کے ضائع ہو جانے کا ڈر ہو یا محفوظ رکھنے والی چیز ہو۔ کیونکہ

(۳۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: ''نبی ﷺ نے ایک انگوٹھی پہنی جس میں محمد رسول اللہ ﷺ نقش تھا آپؐ بیت الخلاء[۱] میں داخل ہوتے وقت اسے اتار دیتے''۔ (بروایت اربعہ)[۲]

حافظ نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ معلول ہے۔ ابو داؤد نے فرمایا یہ منکر ہے جب کہ حدیث کا پہلا حصہ صحیح ہے۔

(۲) خصوصاً پاخانے کے وقت لوگوں سے دور رہے اور پردہ کرے تاکہ اس کی آواز نہ سنی جائے یا اس کی بو نہ سونگھی جائے۔ کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں:

''ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر پہ نکلے تو آپ ﷺ جب بھی پاخانے کو جاتے[۲] دور چلے جاتے حتیٰ کہ غائب ہو جاتے دیکھے نہ جاتے''۔ (ابن ماجہ)

ابوداؤد میں ہے ''جب آپؐ پاخانے کے لیے جاتے چلتے جاتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کو کوئی دیکھ نہ سکتا تھا''۔ اسی میں ہے ''نبی ﷺ جب پاخانے کی جگہ جاتے تو دور چلے جاتے''۔[۳]

---

۱ (الخلا سے مراد لیٹرین ہے)

۲ البراز قضائے حاجت کی جگہ کو کہتے ہیں۔

۳ ذکرہ الخطیب دیکھئے تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ (۱/۶۸)

(۳) اگر عمارت ہو تو داخل ہوتے وقت اور اگر کھلی جگہ ہو تو کپڑے سمیٹتے وقت با آواز بلند تسمیہ اور استعاذہ پڑھے۔ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں نبی ﷺ جب بیت الخلا میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو فرماتے: "بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"[۱] (بروایت جماعت)[۲]

(۴) آدمی مطلقاً کلام سے رک جائے وہ ذکر ہو یا کچھ اور۔ لہٰذا وہ نہ کسی سلام کا جواب دے نہ مؤذن کا جواب دے ہاں صرف وہ بات کرے جو بہت ضروری ہو مثلاً کوئی نابینا گڑھے میں گر رہا ہو تو اس کی راہنمائی کر دے۔ اگر اس دوران اسے چھینک آئے تو اپنے دل میں الحمد للہ کہہ دے اور اپنی زبان کو نہ ہلائے۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے "ایک شخص نبی ﷺ کے پاس گزرا جب آپ ﷺ پیشاب کر رہے تھے اس نے آپؐ کو سلام کہا تو آپؐ نے اس کا جواب نہ دیا" (اسے سوائے بخاری کے سب نے روایت کیا ہے)[۳] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"نہیں نکلتے دو آدمی جو پاخانے کو جاتے ہوں[۴] اپنی شرم گاہوں کو کھولے ہوئے باتیں کرتے ہوں پس بے شک اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے"[۵] (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

گو کہ حدیث کا ظاہر کلام کی حرمت کو مقید کر رہا ہے لیکن نہی کو تحریم سے کراہت کی طرف پھیرنے پر اجماع ہے۔

---

۱ خبث باء پر ضمہ خبیث کی جمع ہے جب کہ خبائث خبیثہ کی جمع ہے۔ مراد مذکر اور مؤنث شیاطین ہیں۔

۲ دیکھئے صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۲۴۲) حدیث نمبر ۱۴۲۔

۳ دیکھئے صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۶۱) باب التیمم۔

۴ یضربان الغائط سے مراد وہ اس کے لئے جا رہے ہوں۔

۵ کذا ذکرہ الخطیب دیکھئے تنقیح الرواۃ (۱/۷۰)

(۵) آدمی قبلہ کی تعظیم کرے نہ اس کی طرف منہ کرے اور نہ پیٹھ کرے۔ کیونکہ

(۳۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کو بیٹھے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ پیٹھ کرے" (احمد و مسلم)[1]

یہ نہی کراہت پر محمول ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے فرماتے ہیں:

"ایک روز میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر چڑھ گیا میں نے نبی ﷺ کو قضائے حاجت میں دیکھا آپ ملک شام کی طرف منہ جب کہ کعبہ کی طرف پیٹھ کیے ہوئے تھے"[2]

(بروایت جماعت) یا ان دونوں کو جمع کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ حرمت کھلی جگہ میں ہے جب کہ اباحت عمارت میں ہے[3] مروان اصفر سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا آپ نے اپنی اونٹنی کو قبلہ کی طرف بٹھایا اور اس کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے۔ میں نے کہا: ابو عبدالرحمٰن: کیا اس سے منع نہیں کیا گیا؟ فرمایا کیوں نہیں...... اس سے کھلی جگہ میں روکا گیا ہے۔ اگر تمارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز اوٹ بن رہی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں"۔ (ابوداؤد' ابن خزیمہ اور حاکم) جبکہ اس کی سند حسن ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

(۶) آدمی نرم اور پست جگہ ڈھونڈے تا کہ وہاں نجاست لگ جانے سے محفوظ رہے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک دمث[4]

---

[1] صحیح بخاری میں اس مفہوم کی روایت حضرت ابو ایوب انصاری سے مروی ہے (دیکھیے مع فتح الباری (۱/۲۴۵) حدیث نمبر ۱۴۴۔

[2] دیکھیے صحیح بخاری مع فتح الباری مع فتح الباری (۱/۲۴۷) حدیث نمبر ۱۴۵۔

[3] یہ صورت پچھلی سے زیادہ درست ہے۔

[4] دمث وزن اور معنی میں سہل ہے۔

جگہ پر آئے جو کہ ایک دیوار کے پیچھے تھی وہاں آپ ﷺ نے پیشاب کیا اور فرمایا
جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنے پیشاب کے لئے ایسی جگہ ڈھونڈے[1]
اس حدیث میں گو کہ ایک روای مجہول ہے لیکن پھر بھی اس کا معنی صحیح ہے۔[2]

(۷) آدمی سوراخوں سے بچے تاکہ ان میں کوئی موذی جانور اسے تکلیف نہ دے
کیونکہ حضرت قتادہ کی حدیث ہے وہ عبداللہ بن سرجس سے بیان کرتے ہیں
فرماتے ہیں "رسول اللہ ﷺ نے سوراخوں میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا:
لوگوں نے قتادہ سے کہا۔ سوراخوں میں پیشاب کرنے میں کیا برائی ہے؟
فرمایا: "یہ جنوں کی رہائش گاہیں ہیں"۔

(احمد، نسائی، ابوداؤد، حاکم، بیہقی، ابن خزیمہ اور ابن سکن نے اسے صحیح کہا ہے)[3]

(۸) آدمی لوگوں کی سائے کی جگہ، راستے اور ان کی گفتگو کرنے کی جگہ سے بچے کیونکہ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا:
"تم دو لعنت کرنے والی چیزوں سے بچو۔[4]
لوگوں نے کہا: اے اللہ کے پیغمبر ﷺ دو لعنت کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟
فرمایا:
"وہ کہ جو لوگوں کے راستے میں یا ان کے سائے میں پاخانہ کرے"۔[5]

(۹) آدمی اپنے غسل کی جگہ پر پیشاب نہ کرے، نہ ٹھہرے ہوئے یا چلتے ہوئے پانی

---

[1] (فلیرتد کا معنی ہے کہ وہ ڈھونڈے، احمد، ابوداؤد)
[2] قال الخطیب رواہ ابوداؤد دیکھئے تنقیح الرواۃ (۱/۶۹)
[3] اسے خطیب نے مختصرا درج کیا ہے دیکھئے تنقیح الرواۃ (۱/۷۰)
[4] دو لعنت کرنے والی چیزوں سے مراد جو لوگوں کی لعنت لے کر آئیں۔
[5] دیکھئے مسلم شرح النووی (۱/۱۳۲) باب النہی عن الاستنجاء بالیمین

میں کیونکہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی اپنے غسل کی جگہ پر پیشاب نہ کرے پھر اس میں وضو بھی کرے بیشک زیادہ تر وسوسے یہیں سے ہوتے ہیں''[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب سے منع فرمایا'' (احمد، نسائی اور ابن ماجہ)[2] انہی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک ''نبی ﷺ نے چلتے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا''۔ مجمع الزوائد والے کہتے ہیں اسے طبرانی نے روایت کیا ہے جب کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ اور اگر غسل خانہ میں کوئی ٹائلٹ وغیرہ ہو تو اس میں پیشاب کرنا مکروہ نہ ہے۔

(۱۰) آدمی کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے کیونکہ یہ وقار اور اچھی عادات کے منافی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس پر کبھی اس کے چھینٹے بھی اُڑ کے پڑ سکتے ہیں اگر چھینٹوں سے بچ سکے تو جائز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جو تمہیں بتائے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو تم اس کی تصدیق نہ کرو۔ آپ ﷺ صرف بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے''۔

(بروایت خمسہ سوائے ابوداؤد کے)

ترمذی فرماتے ہیں یہ اس باب میں احسن اور اصح حدیث ہے۔ انتہی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات ان کی معلومات کی بناء پر ہے یہ اس روایت کے منافی نہ ہے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''نبی ﷺ ایک قوم کی گندگی کی جگہ[3] پر آئے

---

[1] قال الخطيب رواه ابوداود والترمذي و النسائي. كذا في التنقيح (۱/ ۷۰)

[2] اسی مفہوم کی روایت صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ دیکھئے مع فتح الباری (۱/ ۳۴۵) حدیث نمبر ۲۳۹۔

[3] سباطہ پیش کے ساتھ۔ جہاں مٹی اور گند پھینکا جاتا ہو۔

تو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا میں ہٹ گیا آپ ﷺ نے فرمایا قریب ہو جاؤ میں قریب ہو گیا حتیٰ کہ میں آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا پھر آپ ﷺ نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا'' (بروایت جماعت)[1] نووی فرماتے ہیں:

''بیٹھ کر پیشاب کرنا مجھے زیادہ پسند ہے اور کھڑے ہو کر کرنا مباح ہے۔ یہ دونوں ہی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔

(۱۱) سبیلین پر بھی جو نجاست ہو اسے زائل کرنا واجب ہے وہ پتھر سے یا اس کے مفہوم کی کوئی بھی جامد طاہر چیز ہو جو نجاست کو ختم کرنے والی ہو بشرطیکہ اس کی حرمت نہ ہو یا نجاست کو صرف پانی سے زائل کرے یا اکٹھا ان دونوں کے ساتھ۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی پاخانہ کے لئے جائے تو تین پتھروں سے استطابت کرے[2] بے شک یہ اس کو کافی ہوں گے''۔ (احمد، نسائی، ابوداؤد اور دارقطنی)[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہیں اور میرے جیسا کوئی لڑکا ایک پانی کا اداوہ اور ایک برچھی اٹھاتا[4] تو آپ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے''۔[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بے شک نبی ﷺ دو قبروں کے پاس

---

[1] اسے امام بخاری نے مختصراً روایت کیا ہے دیکھئے مع فتح الباری (۱/۳۲۸) حدیث نمبر ۲۲۴۔

[2] استطابہ: استنجا ہے۔ اس کا نام استطابہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں نجاست ختم کی جاتی ہے اور بدن کی اس جگہ کو پاک کیا جاتا ہے۔

[3] تین پتھروں کا ذکر صحیح بخاری کی حضرت عبداللہ کی روایت میں بھی ہے دیکھئے مع فتح الباری (۱/۲۵۶)

[4] اداوۃ لوٹے کی طرح پانی کا ایک چھوٹا برتن وغیرہ جب کہ عنزہ برچھی کو کہتے ہیں۔

[5] دیکھئے صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۲۵۲) حدیث نمبر (۱۵۲)

گزرے فرمایا:

''ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور انہیں کسی بڑی[1] بات کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جاتا۔ ان میں سے ایک جو ہے وہ پیشاب سے[2] نہیں بچتا تھا جب کہ دوسرا چغلی کرتا تھا''۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

''تم پیشاب سے بچو بے شک عام عذاب قبر اس کی وجہ ہے''۔

(۱۲) وہ اپنے دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے تا کہ اسے گندگی لگنے سے بچایا جا سکے کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن زید (کتاب کے نسخوں میں عبدالرحمٰن بن زید لکھا ہے لیکن صحیح مسلم میں عبدالرحمٰن بن یزید ہے) کی حدیث ہے فرماتے ہیں: حضرت سلمان سے کہا گیا تمہارے نبیؐ نے تمہیں ہر چیز حتیٰ کہ خراٗۃ[4] بھی سکھا دی ہے۔ تو سلیمان نے کہا: جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پاخانہ، پیشاب میں قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا ہے یا ہم میں سے کوئی دائیں ہاتھ سے[5] استنجاء کرے یا ہم میں سے کوئی تین پتھروں سے کم سے استنجاء کرے اور یہ کہ کوئی رجیع[6] اور ہڈی سے بھی استنجاء نہ کرے''۔ (مسلم، ابوداؤد اور ترمذی)[7] اور حضرت حفصہؓ سے مروی ہے:

---

[1] یعنی کوئی بڑا اور مشکل کام نہ تھا اگر وہ دونوں چاہتے تو کر سکتے تھے۔

[2] یعنی نہ بچتا نہ پاک رہتا اور نہ اس سے دور رہتا تھا۔

[3] دیکھیے صحیح بخاری مع فتح الباری (۳۱۷/۱) حدیث نمبر ۲۱۶۔

[4] خراٗت پاخانے کا طریقہ۔

[5] یہ نہی تادیبی اور تنزیہی ہے۔

[6] رجیع: گوبر نجس ہے۔

[7] دیکھیے صحیح مسلم شرح النووی (۱۳۰/۱)

''بیشک اپنا دایاں ہاتھ کھانے، پینے، کپڑوں، لینے اور دینے کے لئے رکھا کرتے تھے جب کہ بایاں اس کے سوا دیگر کاموں کے لئے'' [1]

(۱۳) آدمی استنجاء کے بعد اپنے ہاتھ کو زمین پر ملے یا اسے صابن وغیرہ سے دھوئے تا کہ جو گندی بو اسے چمٹ گئی ہے وہ ختم ہو جائے۔ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں:

''نبی ﷺ بیت الخلا کو جاتے تو میں آپ کے پاس توریا زکوۃ [2] میں پانی لاتا۔ آپ ﷺ استنجاء کرتے پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر ملتے'' [3]

(ابوداؤد، نسائی، بیہقی اور ابن ماجہ)

(۱۴) جب آدمی پیشاب کرے وہ اپنی شرم گاہ اور شلوار پر پانی کے چھینٹے مارتا کہ اس کے دل سے وسوسہ دور ہو جائے لہٰذا جب وہ کوئی تری پائے گا کہے گا یہ چھینٹے مانے کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ حضرت حکم بن سفیان یا سفیان بن حکمؓ کی حدیث ہے فرماتے ہیں:

''نبی ﷺ جب پیشاب کرتے، وضو کرتے اور چھینٹے مارتے'' [4]

اور ایک روایت میں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے پیشاب کیا پھر آپ نے اپنی شرمگاہ پر چھینٹے مارے''۔

حضرت ابن عمرؓ اپنی شلوار پر چھینٹے مارتے حتیٰ کہ ان کی شلوار بھیگ جاتی۔

(۱۵) جب کوئی بیت الخلاء میں داخل ہو وہ اپنا بایاں پاؤں پہلے رکھے جب نکلے تو دایاں

---

[1] صحیح مسلم کے باب النھی عن الاستنجاء بالیمین میں اس مفہوم کی روایات ہیں دیکھئے صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۳۱)

[2] تورتا بنے کا جب کہ ''رکوۃ'' چمڑے کا ایک برتن ہے۔

[3] قال الخطیب رواہ ابوداؤد وروی الدارمی و النسائی معناہ کذا فی التنقیح (۱/۷۱)

[4] قال الخطیب رواہ ابوداود ابوداؤد والنسائی کذا فی التنقیح (۱/۷۱)

آگے کرے پھر کہے" غفرانك". حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی ﷺ جب بیت الخلاء سے نکلتے فرماتے۔"غفرانك".[1] (بروایت خمسہ ماسوائے نسائی کے)[2]

حضرت عائشہ کی حدیث اس باب میں وارد روایات میں صحیح ترین ہے جیسا کہ ابو حاتم نے بھی کہا۔ ضعیف سندوں سے مروی ہے کہ آپ ﷺ یہ کہا کرتے تھے "الحمد لله الذي اذهب عني الاذى وعافاني" اور آپ فرماتے" الحمد لله الذي اذاقني لذته وابقى فى قوته واذهب عني اذاه".

---

[1] یعنی میں تجھ سے تیری بخشش کا سوال کرتا ہوں۔

[2] قال الخطیب رواه الترمذی وابن ماجة والدارقطنی. كذا فی التقیح (۱/۷۱)

سننِ فطرت

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے لئے کچھ سنتیں پسند فرمائی ہیں اور ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم ان میں ان کی پیروی کریں۔ انہیں ایسے شعائر نشانیاں بنا دیا ہے جو کثیر الوقوع ہیں اور انہیں سے ان کے پیروکاروں کی پہچان ہوتی ہے وہ انہی کے باوصف دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔

ان خصال کو سنن فطرت کا نام دیا جاتا ہے۔ ان کا بیان درج ذیل ہے۔

(۱) ختنہ:

حشفہ کو چمڑہ گھیرے ہوئے ہوتا ہے اسے کاٹنا ختنہ ہے تاکہ اس میں گند/میل جمع نہ ہو، پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا ممکن رہے اور جماع کی لذت کم نہ ہو یہ مرد کے حوالہ سے ہے۔ رہی عورت کی بات تو اس کی فرج کے اوپر کے حصہ کو کاٹا جائے گا[۱] یہ ایک قدیم طریقہ ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن کا ختنہ ہوا جب ان کی عمر اسی برس ہوگئی تھی اور ان کا ختنہ قدوم[۲] سے ہوا۔[۳]

جمہور کا مذہب ہے کہ یہ واجب ہے۔ شافعیہ کی رائے میں اسے ساتویں دن

---

۱ عورت کے ختنہ کے حکم والی احادیث ضعیف ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔

۲ قدوم بڑھئی کا ایک آلہ ہے یا ملک شام میں ایک مقام ہے۔

۳ صحیح بخاری شریف فتح الباری (۶/۳۸۸) حدیث نمبر ۳۳۵۶۔

کرنا مستحب ہے۔ شوکانی فرماتے ہیں: ''ایسی کوئی دلیل نہیں جو اسکا وقت متعین کرے اور نہ وہ جو اس کا وجوب بتائے''۔

(۳،۲) استحداد اور بغلوں کے بال صاف کرنا:[1]

یہ دونوں سنتیں ہیں ان میں مونڈنا، کاٹنا، اکھیڑنا اور صاف کرنا (سب) جائز ہے۔

(۵،۴) ناخن اور مونچھیں کاٹنا یا انہیں صاف کرنا:

ان دونوں میں سے ہر ایک کے متعلق صحیح روایات آئی ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں صاف کرو''۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا:

''پانچ چیزیں فطرت سے ہیں۔ استحداد، ختنہ، مونچھیں کاٹنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا اور ناخن کاٹنا''۔[3]

ان دونوں میں سے[4] کوئی بھی چیز متعین نہیں کی جس سے بھی سنت پوری ہو سکے (درست ہے) کیونکہ اصل مقصود یہ ہے کہ مونچھیں لمبی نہ ہوں تا کہ ان کو کھانا پینا نہ لگ جائے اور ان میں گندمیل جمع نہ ہو۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی ﷺ نے فرمایا:

''جس نے اپنی مونچھیں نہ اتاریں وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔[5]

(احمد، نسائی، ترمذی اور انہوں نے صحیح کہا ہے)

---

[1] استحداد سے مراد زیر ناف بال صاف کرنا ہے۔

[2] صحیح مسلم شرح النووی (۱/۱۲۹)

[3] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۲۸)

[4] یعنی کاٹنا یا صاف کرنا۔

[5] مسند امام احمد (۴/۳۶۸)۔

زیر ناف بالوں کی صفائی، بغلوں کے بال اکھیڑنا، ناخن کاٹنا اور مونچھوں کو ہر ہفتے میں کاٹنا یا صاف کرنا مستحب ہے تاکہ پوری صفائی حاصل ہو اور طبیعت کو سکون ملے۔ کیونکہ بعض بالوں کا جسم میں باقی رہنا تنگی اور پریشانی پیدا کرتا ہے۔ ان چیزوں کو چالیس دنوں تک چھوڑے رکھنے کی رخصت بھی ہے لیکن اس کے بعد تک چھوڑنے رکھنے میں کوئی عذر (معتبر) نہ ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں کاٹنے، ناخن کاٹنے، بغلوں کے بال اکھیڑنے اور زیر ناف بال صاف کرنے میں حد مقرر فرمائی کہ انہیں چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑا جائے"۔[1]

(۶) داڑھی کو معاف کرنا اور اسے چھوڑنا تاکہ بڑھتی رہے:

اتنی ہو جائے کہ وقار کے مظاہر میں ایک مظہر ہو جائے۔ اسے کاٹ کاٹ کے حلق کے قریب نہ کر دیا جائے اور نہ ایسے چھوڑی جائے کے بدنما[2] لگے۔ بلکہ درمیانی اچھی ہے۔ ہر چیز میں ایک حسن ہوتا ہے۔ پھر یہ مکمل مرد ہونے اور رجولیت کی علامت ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم مشرکوں کی مخالفت کرو داڑھیاں وافر کرو[3] اور مونچھیں صاف کرو"۔[4]

بخاری میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ "حضرت ابن عمر جب حج یا عمرہ کرتے اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے تو جو زیادہ ہوا سے اتار دیتے"۔[5]

---

[1] اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے دیکھئے صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۲۹)

[2] داڑھی اگر بڑی بھی ہو تو سنت ہونے کے باوصف ہمارے نزدیک اس میں کوئی بدنمائی نہیں

[3] فقہاء نے اس امر کو وجوب پر محمول کیا ہے اور اسی امر کی بناء پر انہوں نے داڑھی منڈانا حرام کہا ہے۔

[4] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۲۹) وصحیح بخاری مع فتح الباری (۱۰/۳۴۹)

[5] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱۰/۳۴۹) حدیث نمبر ۵۸۹۲۔

(۸) بال اگر بڑے رکھے ہوں اور چھوڑے ہوں تو انہیں تیل لگا کے، کنگھی کر کے اچھا رکھنا:

کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جس کے بال ہوں وہ انہیں اچھا رکھے''۔[۱]

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ کے پاس ایک پراگندہ سر[۲] اور داڑھی والا شخص آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اشارہ کیا گویا آپ ﷺ اسے اپنے بال اور داڑھی درست کرنے کا حکم فرما رہے تھے اس نے ایسا ہی کیا پھر لوٹ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ تم میں سے کوئی پراگندہ سر آئے گویا وہ شیطان ہے''۔ (مالک)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''ان کے بالوں کا ایک بڑا جمہ تھا۔ نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے انہیں اچھا رکھنے اور ہر روز کنگھی کرنے کا حکم فرمایا''۔ (نسائی)

امام مالک نے مؤطا میں بایں الفاظ روایت ذکر کی ہے'' میں نے کہا اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! میں نے جمہ[۳] رکھا ہے کیا انہیں کنگھی کروں فرمایا ہاں'' اور انہیں اچھا رکھ'' تو کئی دفعہ ابو قتادہ آپ ﷺ کے فرمان'' انہیں اچھا رکھ کی وجہ سے دن میں دو مرتبہ تیل لگایا کرتے تھے''۔ سر کے بال منڈانا مباح ہے۔ اور اس کے لئے لڑے رکھنا بھی مباح ہے عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

''سارے سر کو منڈا دو یا سارے کو باقی رکھو''۔[۴]

---

[۱] ثائر الراس۔ یعنی پراگندہ بال نہ تیل لگا نہ کنگھی کیے ہوئے۔

[۲] سنن ابی داؤد (۴/۳۹۵، ۳۹۴)

[۳] بال جو کندھوں تک پہنچ جائیں۔

[۴] سنن نسائی مع شرح السیوطی (۸/۱۰۳)

رہا سر کا بعض حصہ منڈانا اور بعض چھوڑنا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ نافع کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا ہے۔ نافع سے کہا گیا قزع کیا ہے؟ فرمایا کہ:

"بچے کے سر کے کچھ حصے کو منڈایا جائے اور کچھ کو چھوڑ دیا جائے"۔[1]

نیز اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی گزشتہ حدیث بھی دلیل ہے۔[2]

(۸) سفید بالوں کو چھوڑنا اور باقی رکھنا:

وہ داڑھی میں ہوں یا سر میں اس میں عورت اور مرد برابر ہے۔ کیونکہ حضرت عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سفید بال نہ اکھیڑے جائیں بے شک یہ مسلمان کا نور ہے جس کسی مسلمان کو اسلام میں سفید بال ملے تو اس کے بدلے اللہ اس کی ایک نیکی لکھیں گے، ایک درجہ بلند کریں گے اور اس کا ایک گناہ معاف کریں گے"۔[3]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

"ہم ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنے سر سے یا داڑھی سے سفید بال اکھاڑے"۔ (مسلم)

(۹) سفید بالوں کو مہندی، سرخ اور زرد وغیرہ رنگوں سے بدلنا:

کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہود و نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے تو تم ان کی مخالفت کرو"۔[4]

---

[1] صحیح مسلم مع شرح النووی (۲/۲۰۳)

[2] یعنی اس سے پچھلی جو سنن نسائی میں ہے۔

[3] سنن نسائی مع شرح السیوطی (۸/۱۳۸) مختصراً روایت ہے۔

[4] صحیح مسلم مع شرح النووی (۲/۱۹۹) وسنن النسائی مع شرح السیوطی (۸/۱۳۷)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"سب سے اچھی چیز جس کے ذریعہ سے تم سفیدی کو بدلو مہندی اور کتم[1] ہے۔[2]
کچھ ایسی روایات بھی ہیں جن سے خضاب کی کراہت معلوم ہوتی ہے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جو عمر، رواج اور عادت کے حساب سے مختلف ہو جاتی ہیں۔ بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ خضاب کو چھوڑ دینا افضل ہے جبکہ بعض کے نزدیک اس کا لگانا افضل ہے۔ بعض زرد رنگ لگاتے تھے۔ جبکہ بعض مہندی اور کتم اور بعض زعفران۔ جب کہ ایک جماعت نے کالا خضاب بھی لگایا ہے۔ حافظ نے فتح الباری میں ابن شہاب زہری سے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں: ہم کالا خضاب لگایا کرتے تھے۔ جب چہرے کے خدوخال درست تھے اور جب وہ ایسے نہ رہے اور دانت بھی گر گئے تو ہم نے خصاب چھوڑ دیا۔

رہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کے والد ابو قحافہ کو فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا ان کا سر گویا ثغامہ[3] تھا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو ان کی کسی عورت کے پاس لے جاؤ وہ اس کو کسی چیز کے ساتھ بدل دے لیکن اس کو کالے سے بچانا"۔ (اسے بخاری اور ترمذی کے علاوہ سب نے روایت کیا ہے[4]) تو یہ ایک خاص واقعہ ہے جب کہ خاص واقعات میں عموم نہیں ہوتا۔ پھر ابو قحافہ کی طرح کے آدمی کے لئے جس کا پورا سر سفید ہو گیا ہو اس کو کالے خضاب سے رنگ دینا اچھا نہیں ہے۔ اس طرح بات مناسب نہیں ہے۔

---

[1] کتم ایک بوٹی ہے جس سے کالا سرخی مائل خضاب نکلتا ہے۔

[2] سنن النسائی مع شرح السیوطی (۱۳۰/۸)

[3] ایک پودا ہے جس کی سفید بالوں کی سفیدی سے مشابہت رکھتی ہے۔

[4] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱۹۹/۲) سنن النسائی مع شرح السیوطی (۱۳۸/۸)

(۱۰) کستوری وغیرہ سے خوشبو لگانا:

وہ خوشبو ہے جو طبیعت کو خوش کر دے، سینہ کھول دے، روح کو بیدار اور بدن میں چستی اور قوت پیدا کر دے۔ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے دنیا میں سے عورتیں اور خوشبو محبوب کر دی گئی ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے[1] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس پر خوشبو پیش کی جائے وہ اسے واپس نہ کرے یہ اٹھانے میں ہلکی اور خوشبو میں عمدہ ہے''۔ (مسلم، نسائی، ابوداؤد)[2]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے کستوری کے متعلق فرمایا: ''یہ سب سے اچھی خوشبو ہے''۔ (اسے بخاری اور ابن ماجہ کے سوا سب نے روایت کیا ہے۔[3])

حضرت نافع سے مروی ہے فرماتے ہیں:

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما الوہ[4] کی دھونی لیتے جو کسی سے ملائی نہ ہوتی۔ نیز کبھی کافور کو بھی اُلوہ کے ساتھ پھینک لیتے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح دھونی لیتے تھے''۔[5]

---

[1] مسند امام احمد (۳/۱۹۹)

[2] صحیح مسلم مع شرح النووی (۲/۲۳۹) وسنن النسائی مع شرح السیوطی (۸/۱۵۱)

[3] صحیح مسلم مع شرح النووی (۲/۲۳۹) وسنن النسائی مع شرح السیوطی (۸/۱۵۱)

[4] الوۃ وہ ٹہنی ہے جس سے دھونی لی جائے۔ غیر مطرأۃ یعنی اس کو دوسری خوشبو کے ساتھ نہیں ملایا گیا۔

[5] صحیح مسلم مع شرح النووی (۲/۲۳۹)

وضو

وضو ایک معروف چیز ہے یعنی وہ پانی والی طہارت جو چہرے، ہاتھوں، سر اور پاؤں سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی بحثیں درج ذیل ہیں:

(۱) اس کے مشروع ہونے کی دلیل:

(دلیل اول)، قرآن کریم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (سورة المائده آيت ٦)

ترجمہ ''مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو اور سر کا مسح کرلیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں بھی (دھولیا کرو)''۔

(دلیل ثانی)، سنت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(دلیل ثالث)، اجماع: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک وضو کی مشروعیت پر مسلمانوں کا اجماع رہا۔ تو یہ ضروریات دین میں سے معلوم ہوگیا ہے۔

''جب تم میں سے کوئی بے وضو ہوجائے اللہ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا جب تک وہ وضو نہ کرلے''۔[1]

(۲) اس کی فضیلت:

وضو کی فضیلت میں بہت احادیث آئی ہیں ہم ان میں سے بعض کی طرف

---

[1] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۱۹)

اشارے پر اکتفاء کریں گے:

(ا) حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب بندہ وضو کرتا ہے کلی کرے، اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں جب ناک صاف کرے اس کی ناک سے گناہ نکل جاتے ہیں اپنا چہرہ دھوئے اس کے چہرے سے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کی پلکوں کے نیچے سے نکلتے ہیں۔ جب اپنے ہاتھ دھوئے اس کے ہاتھوں سے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے نکلتے ہیں۔ جب وہ اپنے سر کا مسح کرے اس کے سر سے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے کانوں سے نکل جاتے ہیں۔ جب وہ اپنے پاؤں دھوئے اس کے پاؤں سے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پاؤں کے ناخنوں کے نیچے نکلتے ہیں پھر اس کا مسجد کی طرف چلنا اور اس کی نماز نفل ہوں گے''۔[1]

(ب) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک نیک خصلت جو کسی آدمی میں ہوئی ہے اللہ اس کی وجہ سے اس کے تمام اعمال درست کر دیتے ہیں۔ آدمی کا اپنی نماز کے لئے جو وضو ہے اللہ اس کے وضو کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں جب کہ اس کی نماز اس کے لئے نفل رہ جاتی ہے''۔ (ابو یعلیٰ، بزار، طبرانی اوسط)

(ج) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس سے اللہ گناہوں کو مٹا دے اور درجات بلند کر دے؟

لوگوں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! فرمایا ناپسندیدگیوں میں

---

[1] موطا امام مالک (۳۱/۱) حدیث نمبر ۳۰۔
وسنن النسائی مع شرح السیوطی (۱/۷۵،۷۴)۔

پورا وضو کرنا۔ مساجد کی طرف زیادہ قدم اور نماز کے بعد نماز کا انتظار یہی رباط ہے[1] یہی رباط۔ یہی رباط ہے"[2]

(د) انہی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ قبرستان میں گئے تو فرمایا:

"اے مؤمن قوم کے گھر والو! تم پر سلام ہو اور ہم انشاء اللہ عنقریب تم سے ملنے والے ہیں میں نے خواہش کی کاش ہم نے اپنے بھائیوں کو دیکھا ہوتا"۔

صحابہؓ نے کہا: اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! کیا ہم آپؐ کے بھائی نہیں؟ فرمایا تم میرے اصحاب ہو جب کہ میرے بھائی ابھی تک نہیں آئے۔ صحابہ نے کہا اے اللہ کے پیغمبر ﷺ آپؐ کی امت کے لوگ جو ابھی تک نہیں آئے آپ ﷺ انہیں کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا: "مجھے بتاؤ اگر ایک آدمی کے پانچ چمکتے گھوڑے کالے سیاہ[3] گھوڑوں کے درمیان میں ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہ پہچانے گا؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! فرمایا وہ آئیں گے اس حال میں کہ ان کے اعضاء وضو سے چمک رہے ہوں گے میں ان سے پہلے حوض کوثر پر ہوں گا۔

خبردار! کچھ لوگوں کو میرے حوض سے ایسے ہٹایا جائے گا جیسے گمشدہ اونٹ کو ہٹایا جاتا ہے۔ میں انہیں آواز دوں گا۔ آجاؤ! تو کہا جائے گا انہوں نے آپؐ کے بعد (آپؐ کا دین) بدل دیا تھا تو میں کہوں گا دوری ہو، دوری ہو"۔[4]

---

[1] رباط، مرابطہ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ طہارت اور عبادت پر ہیشگی جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہوگی۔

[2] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۲۷)

[3] دھم بھم: کالے فرطھم علی الحوض: میں ان کے آگے آگے وہاں ہوں گا۔ سحقاً: دوری ہو۔

[4] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۲۶)

(۳)اس کے فرائض:

وضو کے کچھ ارکان وفرائض ہیں جن سے وہ صحیح ثابت ہوتا ہے اگر ان میں سے کوئی فرض رہ جائے تو وہ صحیح ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی شرعاً وہ شمار ہوتا ہے۔ ان کا بیان ہم آپ کے سامنے رکھتے ہیں:

(پہلا فرض)، نیت:

اس کی اصل وجہ وہ ارادہ ہے جو کام کے لئے کیا جائے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکم کی فرمانبرداری کا حصول مقصود ہو۔ یہ محض ایک قلبی عمل ہے اس میں زبان کو کچھ دخل نہ ہے۔ اس کو زبان سے بولنا غیر مشروع ہے۔ اس کی فرضیت کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”تمام اعمال کا دارومدار نیتوں (انما الاعمال بالنيات) (یعنی اعمال کی درست نیتوں کی بنیاد) پر ہے۔ لہٰذا اس کے بغیر کوئی عمل شرعاً شمار نہ کیا جائے گا) پر ہے ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی......“۔ (الحدیث)[1]

(دوسرا فرض)، چہرے کو ایک مرتبہ دھونا:

یعنی اس پر پانی بہانا کیونکہ دھونے کا معنی اس پر پانی بہانا ہے۔ طول میں چہرے کی حد پیشانی کی اوپری سطح سے جبڑوں کی نچلی سطح تک ہے۔ جب کہ عرض میں کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے۔

(تیسرا فرض)، بازوؤں کو کہنیوں تک دھونا:

کہنی وہ جوڑ جو کلائی اور کندھے کے درمیان ہوتا ہے۔ کہنیاں بھی اس حصہ میں داخل ہیں جس کا دھونا واجب ہے۔ یہ نبی ﷺ کے طریقہ سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ سے یہ مروی نہیں کہ آپ ﷺ نے انہیں نہ دھویا ہو۔

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۹/۱) حدیث ا۔

(چوتھا فرض)، سر کا مسح:

مسح کا معنی تری لگانا ہے اور یہ تبھی ثابت ہوتا ہے جب مسح کرنے والے عضو کو مسح کئے گئے عضو کے ساتھ ملا کر حرکت دی جائے لہٰذا محض ہاتھ یا انگلیاں سر پر رکھ دینے کو مسح نہیں کہا جا سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اور اپنے سروں کا مسح کرو''[1] بظاہر پورے سر کے مسح کے وجوب کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ بات یہ سمجھ آتی ہے حکم کو ماننے کے لئے سر کے کچھ حصہ کا مسح بھی کافی ہوگا، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے تین طریقے مروی ہیں:

(ا) پورے سر کا مسح:

حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث میں ہے: ''نبی ﷺ نے اپنے سر کا مسح اپنے ہاتھوں سے کیا انہیں آگے لائے اور پیچھے لے گئے یعنی سر کے اگلے حصہ سے شروع کیا پھر ان دونوں کو اپنی گدی تک لے گئے پھر ان دونوں کو اسی جگہ لے آئے جہاں سے شروع کیا تھا''۔ (بروایت جماعت)

(ب) اکیلی پگڑی پر مسح:

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ اپنی پگڑی اور موزوں پر مسح کرتے تھے''[3] اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: کہ تم موزوں اور خمار[4] پر[5] مسح کرو۔

---

[1] سورۃ المائدہ آیت: ۶۔

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۲۸۹) حدیث نمبر ۱۸۵۔

[3] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۰۸) حدیث نمبر ۲۰۵، ۲۰۴۔

[4] خمار وہ کپڑا ہے جو پگڑی وغیرہ کی طرح سر پر رکھا جائے۔

[5] مسند امام احمد (۶/۱۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جس کو سر پر مسح پاک نہ کرے اللہ اسے پاک نہ کرے''۔ اس کے متعلق کئی احادیث آئی ہیں جو بخاری، مسلم وغیرہ ائمہ نے روایت کی ہیں۔ جیسا کہ اس پر کثیر اہل علم کا عمل بھی مروی ہے۔

(ج) پیشانی اور پگڑی پر مسح:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو پیشانی، پگڑی اور موزوں پر مسح کیا''[1] یہ دو طریقے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیے گئے ہیں۔ سر کے کچھ حصہ پر مسح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہ ہے گو کہ آیت کا ظاہر اس کا تقاضا کرتا ہے جیسا کے پیچھے گزرا۔ سر کے مقابل سے جو بال باہر نکل جائیں جیسے مینڈھی تو ان پر مسح کفایت نہ کرے گا۔

(پانچواں فرض)، پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا:

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچے جب کہ ہم نے عصر کو مؤخر[2] کر دیا تھا۔ ہم وضو کرنے اور اپنے پاؤں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ باآواز بلند فرمایا: ''ایڑیوں والوں کے لئے جہنم کی آگ[3] کی تباہی ہو''۔[4]

عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ فرماتے ہیں: ''دونوں ایڑیوں کے دھونے پر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اجماع ہے۔ جو کچھ فرائض پیچھے گزرے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

---

[1] صحیح مسلم میں شرح النووی (۱/۱۳۴)

[2] اَرْهَقْنَا: ہم نے دیر کردی۔

[3] العقب وہ ہڈی ہے جو پاؤں اور پنڈلی کے جوڑ کے پاس ابھری ہوئی ہوتی ہے۔

[4] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۲۶۵) حدیث نمبر۱۶۳۔

کی نص سے ثابت ہیں:

﴿ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾

(سورۃ المائدہ آیت ٦)

ترجمہ ''مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو اور سر کا مسح کرلیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں (دھولیا کرو)''۔

(چھٹا فرض)، ترتیب:

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں فرائض وضو ترتیب کے ساتھ بتائے پاؤں اور ہاتھوں کو جن کا دھونا فرض ہے سر سے الگ کردیا جس کا مسح فرض ہے۔ عرب کے لوگ ملتی جلتی چیزوں کو صرف کسی فائدہ کے لئے الگ کیا کرتے ہیں اور یہ یہاں ترتیب کے لئے ہے۔ آیت میں جو کچھ گزرا ہے اس میں وجوب کا بیان ہے۔ نیز حدیث صحیح میں آنحضرت ﷺ کے فرمان'' تم شروع کرو جہاں سے اللہ نے شروع کرنے کا حکم کیا'' کا عموم بھی اس کی دلیل ہے۔ عملی سنت بھی ارکان کے حوالہ سے اسی ترتیب پر آئی ہے لہٰذا رسول اللہ ﷺ سے بغیر ترتیب وضو کرنا منقول نہیں ہوا۔ وضو ایک عبادت ہے جب کہ عبادات میں حکم کا دارومدار اتباع پر ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے منقول طریقہ وضو کی مخالفت کرے۔ خصوصاً جو آپ ﷺ سے مروی ہو چکا ہے۔
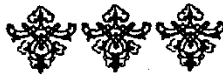
وضو کی سنتیں

یعنی وہ قول اور فعل جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے اس میں لزوم نہ ہو اور اور چھوڑنے والے پر رد نہ ہو۔ ان کا بیان درج ذیل ہے:

(۱) شروع میں تسمیہ:

وضو پر تسمیہ کے متعلق ضعیف احادیث ملتی ہیں لیکن وہ سب اس کی قوت بڑھاتے ہوئے اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان کی کوئی اصل ہے۔ اس کے بعد یہ ہے کہ فی نفسہ ایک اچھا کام ہے اور بہرحال مشروع ہے۔

(۲) مسواک:

اس کا اطلاق اس ٹہنی پر ہوتا ہے جس سے مسواک کی جائے نیز مسواک کرنے پر بھی ہوتا ہے یعنی دانتوں کو اس ٹہنی یا کسی کھردری چیز سے ملنا جس سے دانت صاف ہو جائیں۔ سب سے اچھی مسواک پیلو کے درخت کی ہوتی ہے جو حجاز سے لائی جاتی ہے کیونکہ اس کے بعض خواص ہیں۔ یہ مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے۔ دانتوں کی بیماریاں روکتی ہے، ہاضمہ مضبوط کرتی ہے اور پیشاب کو تیز اور اس کا نظام بہتر کرتی ہے۔ گو کہ دانتوں کی زردی صاف کرنے والی اور منہ کو صاف کرنے والی ہر چیز سے سنت پوری ہو جاتی ہے جیسے برش وغیرہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ جانوں تو میں انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم ضرور دوں"۔[1]

---

[1] یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ دیکھیے صحیح بخاری مع فتح الباری (۲/۳۷۴) حدیث نمبر ۸۸۷۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مسواک منہ کو پاک کرنے اور رب کو راضی کرنے کا ذریعہ ہے''۔[1] یہ تمام اوقات میں مستحب ہے لیکن پانچ اوقات میں اس کا استحباب زیادہ ہو جاتا ہے:

(۱) وضو کے وقت۔ (۲) نماز کے وقت۔ (۳) قرأت قرآن کے وقت۔

(۴) نیند سے بیدار ہوتے وقت اور (۵) منہ کا ذائقہ بدلتے وقت۔

روزہ دار اور بغیر روزہ والا دن کے شروع یا آخر میں اسے استعمال کریں برابر ہے کیونکہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو بے شمار مرتبہ دیکھا کہ آپ ﷺ روزہ کی حالت میں مسواک کر رہے تھے''۔[2] جب مسواک استعمال کی جائے تو استعمال کے بعد اسے صاف رکھنے کے لئے دھونا سنت ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے فرماتی ہیں:

''نبی ﷺ مسواک کرتے آپ ﷺ مجھے مسواک دیتے تاکہ میں اسے دھو دوں میں اس سے مسواک کرنے لگتی پھر میں دھو کر وہ آپ ﷺ کو دے دیتی''۔[3]

جس آدمی کے دانت نہ ہوں اس کے لئے منہ میں انگلی پھیرنا مسنون ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہتی ہیں اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! جس آدمی کے دانت نہ رہے ہوں کیا وہ بھی مسواک کرے؟ فرمایا: ''ہاں''۔ کہا وہ کیسے کرے؟ فرمایا: ''اپنے منہ میں انگلی پھیرے''۔[4]

---

[1] مسند امام احمد (۱۲۴/۶) وسنن النسائی مع شرح السیوطی (۱۰:۱)

[2] مسند امام احمد (۴۴۵/۳)

[3] سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۵۲۔۔

[4] وأورده الهيثمي في المجمع (۱۰۰/۲) مجمع

(۳) وضو کے شروع میں ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھونا:

کیونکہ حضرت اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے وضو کیا تو اپنی ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھویا[۱] حضرت[۲] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈبوئے جب تک اسے تین مرتبہ نہ دھولے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گزاری''[۳] لیکن بخاری نے عدد ذکر نہیں کیا۔

(۴) تین مرتبہ کلی:

کیونکہ حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب تو وضو کرے تو کلی کر''۔[۴]

(۵) تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا اور ناک صاف کرنا:

کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی وضو کرے وہ اپنی ناک میں پانی ڈالے پھر ناک صاف کرے''۔[۶]

سنت یہ ہے کہ ناک میں پانی دائیں ہاتھ سے جب کہ بائیں ہاتھ سے

---

۱ فاستوكف: اپنی ہتھیلیاں دھوئیں، احمد، نسائی۔

۲ سنن النسائی مع شرح السیوطی (۱/۶۴)

۳ صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۲۶۳) حدیث نمبر ۱۶۲۔

۴ سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۱۴۴۔

۵ المضمضة: منہ میں پانی ہلانا اور گھمانا۔

۶ صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۲۶۳) حدیث نمبر ۱۲۵۔

صاف کرے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے" آپ نے پانی منگوایا[1] کلی کی ناک میں پانی ڈالا بائیں ہاتھ سے ناک کو صاف کیا"[2] ایسا تین مرتبہ کیا پھر فرمایا یہ اللہ کے نبی ﷺ کا وضو ہے"[3] کلی اور ناک میں پانی ڈالنا ثابت ہو جائے گا جب پانی منہ یا ناک میں کسی بھی انداز سے پہنچ جائے۔

لیکن رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ ان دونوں کو اکٹھا کرلیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ" رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی ہاتھ سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ آپ ﷺ نے یہ تین مرتبہ کیا"۔ ایک روایت میں ہے" آپ ﷺ نے تین چلوؤں کے ساتھ کلی کی اور ناک کو صاف کیا"[4] جو روزہ دار نہ ہو اس کے لئے ان دونوں میں زیادتی مسنون ہے۔ کیونکہ حضرت لقیط رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے پیغمبر! مجھے وضو کے متعلق بتایئے؟ فرمایا:

" تو وضو کر اِلا یہ کہ تو روزہ دار ہو"۔[5]

(۶) داڑھی کا خلال:

کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ:

" نبی ﷺ اپنی داڑھی کا خلال کرتے تھے"۔[6]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" نبی ﷺ جب وضو کرتے ایک ہتھیلی میں پانی لیتے اسے اپنی ٹھوڑی کے

---

[1] الوضوء: واؤ پر فتح۔ یہ اس پانی کا نام ہے جس سے وضو کیا جائے۔

[2] استنشاق: ناک میں پانی ڈالنا اور استنثار: اس سے پانی ہوا کے ساتھ نکالنا۔

[3] سنن النسائی مع شرح السیوطی (۱/ ۶۸، ۶۷)

[4] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/ ۲۹۷) حدیث نمبر ۱۹۱۔

[5] مسند امام احمد (۴/ ۳۳) وسنن النسائی مع شرح السیوطی (۱/ ۶۶)

[6] جامع الترمذی (۱/ ۶۶) حدیث نمبر ۳۲ وسنن ابن ماجہ (۱/ ۱۴۸) حدیث نمبر ۴۳۰۔

نیچے داخل کرتے اس کے ساتھ خلال کرتے اور فرماتے اس طرح میرے رب عزوجل نے مجھے حکم فرمایا''۔[1]

(۷) انگلیوں کا خلال:

کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا جب تو وضو کرے تو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر''۔[2] حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپؐ اپنے پاؤں کی انگلیوں کا اپنی چھوٹی انگلی سے خلال کرتے''۔ (اسے سوائے احمد کے پانچوں نے روایت کیا ہے)[3] کچھ ایسی روایات بھی ہیں جن سے انگوٹھی، کنگن وغیرہ کو ہلانا مستحب معلوم ہوتا ہے مگر وہ صحیح کے درجہ کو نہیں پہنچتیں۔ لیکن اچھی طرح وضو کرنے کے حکم کے عموم سے اس پر عمل کرنا مناسب لگتا ہے۔

(۸) تین تین مرتبہ دھونا:

یہی طریقہ ہے جس پر اکثر عمل ہے جو کچھ اس کے خلاف آیا ہے وہ بیان جواز کے لئے ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں نبی ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا وہ آپ ﷺ سے وضو کے متعلق پوچھ رہا تھا آپ ﷺ نے اسے تین تین مرتبہ دکھایا اور فرمایا یہ وضو ہے جس نے اس سے زیادہ کیا اس نے برا کیا زیادتی کی اور ظلم کیا''۔[4]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''نبی ﷺ نے تین تین مرتبہ وضو کیا۔[5] صحیح

---

[1] سنن ابی داوٗد (۱/۱۰۱) حدیث نمبر ۱۴۵۔

[2] جامع الترمذی (۱/۵۷) حدیث نمبر ۳۹۔

[3] سنن ابی داوٗد (۱/۱۰۳) حدیث نمبر ۱۴۸۔ مترجم کہتا ہے اسے امام احمد نے بھی روایت کیا ہے دیکھئے۔

[4] مسند امام احمد (۲/۱۸۰) وسنن النسائی مع شرح السیوطی (۱/۸۸)

[5] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۱۸)

حدیث ہے کہ آپؐ نے ایک ایک مرتبہ اور دو دو مرتبہ وضو کیا' رہا سر کا مسح ایک مرتبہ تو اکثر روایات اسی کی ہیں۔

(۹) دائیں طرفیں:

یعنی ہاتھ اور پاؤں میں سے پہلے دائیں دھونا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ جوتا پہننے[1] کنگھی کرنے، وضو کرنے اور اپنے ہر کام میں دائیں طرف کو پسند کرتے تھے'' [2] اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب تم پہنو اور جب تم وضو کرو تو اپنی دائیں طرفوں سے شروع کرو''۔ [3]

(۱۰) ملنا:

پانی کے ساتھ یا بعد میں عضو پر ہاتھ گھمانا ملنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے'' نبی ﷺ کے پاس ایک مد کا تہائی لایا گیا آپ ﷺ نے وضو کیا آپؐ اپنے بازوؤں کو ملتے تھے۔ (ابن خزیمہ) انہی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'' نبی ﷺ نے وضو کیا تو آپ ﷺ ایسے کرتے تھے یعنی ملتے تھے''۔ [4]

(۱۱) پے در پے کرنا:

یعنی اعضاء کا دھونا ایک دوسرے کے آگے پیچھے پے در پے ہو مطلب یہ ہے کہ وضو کرنے والا اپنے وضو کو کسی باہر کے کام کے ساتھ اس طرح نہ روکے کہ اس سے پھر جانا شمار کیا جائے۔ اسی سنت پر عمل ہے۔ پہلے اور پچھلے علماء مسلمین کا اسی پر عمل ہے۔

---

[1] تنعل: جوتا پہننا۔ ترجل: بالوں میں کنگھی کرنا۔ طھور: وضو اور غسل کو شامل ہے۔

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری (۵۲۳/۱) حدیث نمبر ۴۲۶۔

[3] ایمانکم: یمین کی جمع ہے۔ اس سے مراد دایاں ہاتھ یا دایاں پاؤں ہے،

[4] مسند امام (۳۵۴/۲) و سنن ابی داؤد (۳۷۹/۴) حدیث نمبر ۴۱۴۱۔

(۱۲) کانوں کا مسح:

ان کے باہری حصہ انگشت شہادت سے اور اندر کے حصہ کا انگوٹھوں سے مسح کرنا سنت ہے۔ پانی سر والا ہی ہوگا کیونکہ یہ دونوں سر کا حصہ ہیں۔ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے اپنے وضو میں سر اور کانوں کے اندر سے اور باہر سے مسح کیا۔ آپ ؐ نے اپنی انگلی کو اپنے کانوں کے سوراخوں میں داخل کیا'' [۱] حضرت ابن عامر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے وضو کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''آپ ؐ نے اپنے سر اور کانوں کا ایک ہی مرتبہ مسح کیا'' [۲] ایک روایت میں ہے ''آپ ؐ نے اپنے سر کا مسح کیا اور کانوں کا مسح اندر سے شہادت والی انگلیوں [۳] کے ساتھ جب کہ باہر سے انگوٹھوں کے ساتھ کیا''۔ [۴]

(۱۳) چمک اور خوبصورتی کو بڑھانا/غرہ اور تحجیل کو بڑھانا:

غرہ کو بڑھانا یہ ہے کہ چہرے کے دھونے کی جو حد مقرر ہے اس سے سر کا اگلا حصہ زیادہ دھونا۔ جبکہ تحجیل کو بڑھانے کا مطلب کہنیوں اور ٹخنوں سے اوپر تک دھونا ہے۔ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے لوگ روز قیامت اس حال میں آئیں گے کہ ان کے وضو کے نشانات [۵] پر چمک ہوگی''۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اپنی چمک کو زیادہ کرنا چاہے وہ کر لے۔ [۶]

---

۱ سنن ابی داؤد (۱/۸۸) حدیث نمبر ۱۲۲،۱۲۱۔

۲ سنن ابی داؤد (۱/۸۹،۸۸)

۳ مسبحتین: شہادت کی دو انگلیاں۔

۴ سنن ابی داؤد (۱/۹۴) حدیث نمبر ۱۳۵۔

۵ اصل غرہ گھوڑے کی پیشانی پر سفیدی ہے۔

۶ صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۲۳۵) حدیث نمبر ۱۳۶۔

حضرت ابو زرعہ بیان کرتے ہیں کہ "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی منگوایا آپ ﷺ نے وضو کیا اپنے بازوؤں کو دھویا حتیٰ کہ کہنیوں سے آگے چلے گئے جب پاؤں کو دھویا تو ٹخنوں سے آگے پنڈلیوں تک چلے گئے میں نے کہا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ زیور/چمک کی حد ہے" (احمد اور یہ لفظ اسی کے ہیں جب کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔[1])

(۱۴) پانی میں میانہ روی گو کہ پانی سمندر سے لیا جاتا ہو:

کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں" نبی ﷺ ایک صاع پانچ مدوں[2] تک غسل کرتے اور مد سے وضو کرتے"۔[3] حضرت عبیداللہ بن ابی یزید سے روایت ہے ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا" مجھے کتنے پانی سے وضو کافی ہے؟ فرمایا ایک مد۔ کہا مجھے غسل کے لئے کتنا کافی ہے؟ فرمایا ایک صاع۔ اس شخص نے کہا مجھے تو کفایت نہ کرے گا۔ فرمایا تیری ماں نہ ہو اس کو بھی کافی تھا جو تجھ سے بہتر تھا یعنی رسول اللہ ﷺ کو (احمد، طبرانی کبیر، بزار اس سند کے رجال ثقات ہیں[4])

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ حضرت سعد کے پاس سے گزرے جو وضو کر رہے تھے فرمایا: اے سعد یہ کیا زیادتی ہے؟ کہا کیا پانی میں بھی زیادتی/فضول خرچی ہے؟ فرمایا: ہاں گو کہ تو چلتی ہوئی نہر پر ہو"۔[5]

اسراف شرعی فائدہ کے علاوہ پانی کے استعمال کو کہتے ہیں گویا کہ وہ تین سے

---

[1] مسند امام احمد (۲۳۲/۲)

[2] صاع: چار مد ہیں جب کہ مد ۱۲۸ درہم ہے۔

[3] صحیح بخاری مع فتح الباری (۳۰۴/۱) حدیث نمبر ۲۰۱۔

[4] مسند امام احمد (۲۸۹/۱)

[5] سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۲۵۔

زیادہ مرتبہ دھوتے ہوں گے۔ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا وہ آپ ﷺ سے وضو کے متعلق پوچھتا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے تین تین مرتبہ دکھایا۔ فرمایا: یہ وضو ہے جس نے اس سے زیادہ کیا اس نے برا کیا، زیادتی کی اور ظلم کیا'' [1]

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

''میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا عنقریب اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو وضو اور دعا میں زیادتی کریں گے'' [2]

امام بخاری فرماتے ہیں: اہل علم نے وضو کے پانی میں نبی ﷺ کے فعل سے تجاوز ناپسند کیا ہے۔

(۱۵) اس کے درمیان میں دعا:

وضو کی دعاؤں میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ ثابت نہیں۔ ہاں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں'' میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس وضو کا پانی لے گیا آپ ﷺ نے وضو کیا میں نے سنا آپ دعا کر رہے تھے۔ اے اللہ میرا گناہ بخش دے۔ میرے گھر میں وسعت دے اور میرے رزق میں برکت دے۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے سنا آپ یہ یہ دعا کرتے تھے فرمایا!............''

(نسائی، ابن السنی صحیح سندوں کے ساتھ)

لیکن نسائی نے اسے باب ما یقول بعد الفراغ من الوضوء میں جب کہ ابن السنی نے اس پر باب ما یقول بین ظهرانی وضوئه کا عنوان قائم کیا ہے۔ نووی فرماتے ہیں ان دونوں کا ہی احتمال ہے۔

---

[1] اس حدیث کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔

[2] مسند امام احمد (۴/ ۸۷) وسنن ابی داؤد (۱/ ۷۳) حدیث نمبر ۹۶۔

(۱۶) اس کے بعد دعا:

کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص وضو کرے اچھا وضو کرے پھر کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں جس میں سے چاہے داخل ہو جائے''۔[1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو وضو کرے اور پھر کہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ. اسے ایک کاغذ پر لکھا جائے گا پھر ایک مہر میں رکھا جائے گا اسے قیامت تک نہ کھولا جائے گا'' (طبرانی اوسط) اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں یہ لفظ اسی کے ہیں۔ نسائی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور آخر میں ہے'' اس پر ایک مہر لگائی جائے گی وہ عرش کے نیچے رکھی جائے گی وہ قیامت تک نہ کھولی جائے گی''۔

انہوں نے اس کے موقوف ہونے کو درست کہا ہے۔ رہی یہ دعا:

" اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ "

تو یہ ترمذی کی روایت[2] میں ہے اس کی حدیث کے متعلق وہ فرماتے ہیں اس کی سند میں اضطراب ہے اور اس متعلق کوئی بڑی چیز درست نہ ہے۔

(۱۷) اس کے بعد دو رکعت نماز:

کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے بلال! زمانہ اسلام میں جو تو نے سب سے امید افزاء عمل کیا

---

[1] صحیح مسلم مع شرح النووی (۲۲/۱)

[2] جامع الترمذی (۷۳/۱)

ہے وہ مجھے بتا۔ میں نے تیرے پاؤں کے جوتوں کی آواز[1] اپنے آگے جنت میں سنی ہے؟ کہا میں نے کوئی امید افزاء عمل نہیں کیا۔ ہاں یہ ہے کہ دن اور رات کی کسی گھڑی میں جب میں وضو کرتا ہوں تو جتنا مقدر ہو نماز پڑھتا ہوں"[2] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو کوئی شخص وضو کرے وہ اچھا وضو کرے دو رکعت نماز ادا کرے ان پر اپنے دل اور چہرے سے متوجہ ہو ضرور اس کے لئے جنت کے واجب ہو جائے گی"۔[3]

حضرت عثمان کے آزاد کردہ حمران سے روایت ہے انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے پانی منگوایا اسے برتن سے اپنے دائیں ہاتھ پر تین مرتبہ ڈالا پھر دایاں ہاتھ پانی میں داخل کیا پھر کلی کی، ناک میں پانی ڈالا اور ناک کو صاف کیا پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا اور بازوؤں کو کہنیوں تک تین مرتبہ پھر اپنے پاؤں کو تین مرتبہ دھویا۔ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا۔ پھر فرمایا جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی وہ ان میں اپنے دل کی کوئی بات نہ کرے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔[4]

باقی جو چیزیں ہیں یعنی آنکھوں کے گوشے، چہرے کی شکنیں، انگوٹھی کو ہلانا اور گردن کا مسح تو ہم ان کے ذکر کی کوشش نہیں کرتے کیونکہ ان کے متعلق جو احادیث ہیں وہ صحیح کے درجہ کو نہیں پہنچتیں گو کہ صفائی پوری کرنے کے لئے ان پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] دف: چپل کے ساتھ چلتے ہوئے جوتے کی آواز۔

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری (۳۸۶/۱)

[3] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱۲۲/۱)

[4] صحیح بخاری مع فتح الباری (۲۵۹/۱) حدیث نمبر ۱۵۸۔

اس کے مکروہات:

وضو کرنے والے کے لئے مکروہ ہے کہ وہ پیچھے ذکر کردہ سنتوں میں سے کوئی سنت چھوڑ دے تا کہ اس کے ثواب سے محروم نہ ہو۔ کیونکہ مکروہ کام کرنا ثواب سے محرومی کا موجب ہوگا۔ سنت کو چھوڑنا کراہت ثابت کر دیتا ہے۔

وضو کے نواقض' وضو توڑنے والی چیزیں

وضو کے کچھ نواقض ہیں جو اسے باطل کر دیتے ہیں اور افادہ مقصود سے اسے نکال دیتے ہیں ہم انہیں یہاں ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

(۱) ہر وہ چیز جو سبیلین (قبل ودبر) سے نکلے اس میں درج ذیل چیزیں آتی ہیں:

(۱) پیشاب

(۲) پاخانہ:

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "یا تم میں سے کوئی پاخانے سے آیا ہو.........." [1] یہ پیشاب اور پاخانے کی قضائے حاجت سے کنایہ ہے۔

(۳) دبر کی ہوا:

کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی بے وضو ہو جائے اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتے جب تک وہ وضو نہ کرلے" حضرموت (شہر) کے ایک آدمی نے کہا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بے وضو ہونا کیا ہے فرمایا: [2] "فساء یا ضراط"۔ [3]

---

[1] سورۃ المائدۃ آیت: ۶۔

[2] فساء یا ضراط کا مطلب ہوا خارج ہونا ہے

[3] صحیح البخاری مع فتح الباری (۱/۲۳۴) حدیث نمبر ۱۳۵۔

انہی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب تم میں سے کوئی اپنے پیٹ میں کچھ پائے اس پر اشکال ہو کہ اس سے کوئی چیز نکلی ہے یا نہیں تو وہ ہرگز مسجد سے نہ نکلے جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ پائے“ [1] سننا یا بو پانا اس میں شرط نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اس سے کچھ نکلنا اور یقین کا حصول ہے۔

(۴، ۵، ۶) منی، مذی اور ودی: کیونکہ مذی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اس میں وضو ہے“ [2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے ”رہی منی تو اس پر غسل ہے اور مذی اور ودی جو ہے فرمایا اس میں اپنے ذکر کو دھو اور اپنا نماز والا وضو کر لے“۔ [3]

(۲) استغراق والی نیند:

جس کے ہوتے ہوئے کچھ ادراک نہ ہو، ساتھ یہ کہ زمین پر مقعد کا کچھ سہارا نہ ہو کیونکہ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم فرماتے کہ جب ہم سفر میں ہوں ہم اپنے موزے تین دن اور تین راتیں نہ اتاریں سوائے جنابت کے۔ لیکن پیشاب، پاخانہ اور نیند [4] سے [5]۔

اور اگر سونے والا بیٹھا ہو اپنی مقعد کو زمین کا سہارا دیا ہو تو اس کا وضو نہ

---

[1] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۵۹، ۱۵۸)

[2] مسند امام احمد (۱/۸۷) بروایت حضرت علی۔

[3] یعنی اس تینوں چیزوں کے بعد وضو کرتے ہوئے موزے نہ اتارے جائیں، احمد، نسائی، ترمذی اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔

[4] سنن الکبریٰ للبیہقی (۱/۱۱۶، ۱۱۵)

[5] مسند امام احمد (۴/۲۳۹) وجامع الترمذیؒ (۱/۱۵۹) حدیث نمبر ۹۶۔

ٹوٹے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی اسی پر محمول ہوگی' فرماتے ہیں: ''اصحاب رسول اللہ ﷺ نماز عشاء کا انتظار کرتے حتیٰ کہ ان کے سر جھک جاتے پھر وہ نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے''۔[1]

شعبہ کے طریق سے ترمذی کے الفاظ ہیں'' میں نے اصحاب رسول ﷺ کو دیکھا انہیں نماز کے لئے جگایا جاتا حتیٰ کہ میں ان میں سے کسی کے خراٹے بھی سنتا پھر وہ اٹھتے نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے تھے''۔[2] ابن المبارک فرماتے ہیں ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیٹھے ہوتے تھے۔

(۳) زوال عقل:

وہ جنون سے ہو یا بے ہوشی سے، نشے یا دواء سے وہ کم ہو یا زیادہ۔ مقعد زمین پر لگی ہو یا نہ لگی ہو کیونکہ ان ذرائع سے غفلت نیند سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اسی پر علماء کی بات کا اتفاق ہے۔

(۴) بغیر کسی رکاوٹ کے شرم گاہ کو چھونا:

کیونکہ حضرت بسرہ[3] بنت صفوان رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے ذکر کو چھوا وہ جب تک وضو نہ کرے نماز نہ پڑھے''[4] ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے بخاری فرماتے ہیں یہ اس موضوع میں سب سے صحیح حدیث ہے۔ مالک شافی، احمد وغیرہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں میں نے امام احمد سے کہا کہ بسرہ کی حدیث صحیح نہ ہے؟ فرمایا کیوں نہیں وہ صحیح ہے۔ احمد اور نسائی کی حضرت

---

[1] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۶۳)

[2] جامع الترمذی (۱/۱۱۳) حدیث نمبر ۷۸۔

[4] سنن ابی داؤد (۱/۱۲۶) حدیث نمبر ۱۸۱۔ وجامع الترمذی (۱/۱۲۶) حدیث نمبر ۸۲۔

[3] اصل لفظ ''بسرۃ'' ہے جب کہ اس کتاب میں ہر جگہ بسرہ لکھا گیا ہے۔

بسرہؓ سے ایک روایت میں ہے: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''وہ ذکر کو چھونے سے وضو کرے گا''۔ یہ اپنے اور کسی کے ذکر دونوں کو شامل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنا ہاتھ ذکر کو لگایا جب درمیان میں کوئی پردہ نہ ہو تو اس پر وضو واجب ہو گیا (احمد، ابن السکن، ابن حبان، حاکم انہوں نے اور ابن عبدالبر نے اسے صحیح بھی کہا ہے[1]) ابن السکن فرماتے ہیں اس موضوع پر یہ عمدہ ترین روایت ہے۔ شافعی کے الفاظ ہیں: ''جب تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ ذکر کو لگائے جب کہ اس کے اور اس کے درمیان کوئی چیز نہ ہو تو وضو کرے''۔[2]

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے'' جو آدمی اپنی شرم گاہ کو چھوئے وہ وضو کرے اور جو عورت اپنی شرم گاہ کو چھوئے وہ وضو کرے''۔[3] ابن القیم کہتے ہیں: حازمی نے کہا: اس کی سند صحیح ہے۔ احناف کی رائے ہے کہ مس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ حضرت طلق کی حدیث ہے''ایک آدمی نے نبی ﷺ سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو اپنے ذکر چھوئے کیا اس پر وضو لازم ہے؟ فرمایا: نہیں وہ تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہی تو ہے''[4] ابن حبان نے اسے صحیح کہا۔ ابن المدینی فرماتے ہیں: یہ حضرت بسرہؓ کی حدیث سے زیادہ اچھی ہے۔

جو چیزیں وضو نہیں توڑتیں

ہم چاہتے ہیں کہ چند ایسی چیزوں کی طرف اشارہ کر دیں جنہیں ناقض سمجھا

---

[1] مسند امام احمد (۳۳۳/۲)

[2] کتاب الأم (۱۹/۱)

[3] سنن الدارقطنی (۱۴۷/۱) حدیث نمبر ۸۔

[4] مسند احمد (۲۲/۴) وسنن ابی داؤد (۱۲۷/۱) حدیث نمبر ۶۲۔ مترجم کہتا ہے اس حدیث کو علماء نے منسوخ کیا ہے دیکھئے مصابیح السنۃ (۱۸۹/۱) حدیث نمبر ۲۲۱۔

جاتا ہے حالانکہ وہ ناقض نہ ہیں کیونکہ کوئی ایسی صحیح دلیل نہیں ملتی جس پر اس حوالہ سے اعتماد کیا جاسکے۔ ان کا بیان درج ذیل ہے۔

(۱) بغیر رکاوٹ کے عورت کو چھونا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ''نبی ﷺ نے ان کا بوسہ لیا جب کہ آپ ﷺ روزہ دار تھے اور فرمایا: بوسہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ روزہ ٹوٹتا ہے'' (اسحاق بن راھویہ) بزار نے بھی اسے جید سند سے روایت کیا ہے۔ عبدالحق فرماتے ہیں میں اس کے متعلق کوئی علت نہیں جانتا جو اس کو چھوڑنا واجب کرتی ہو۔ انہی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو بستر سے گم پایا میں نے اپنا ہاتھ آپؐ کے قدموں کے نچلے حصہ پر لگایا۔ آپ ﷺ مسجد میں تھے اور آپ ﷺ کے پاؤں کھڑے تھے[1] آپ ﷺ کہہ رہے تھے: ''اے اللہ میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں، میں تیری معافی کے ساتھ تیری سزا سے پناہ مانگتا ہوں، میں تیرے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری ثناء کو ادا نہیں کرسکتا جیسے تو نے خود اپنی ثناء کی ہے'' (مسلم، ترمذی انہوں نے اسے صحیح کہا ہے[2]) انہی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی ﷺ نے اپنی کسی بیوی کا بوسہ لیا پھر نماز کے لئے نکل گئے اور وضو نہ کیا'' (احمد، اربعہ ایسی سند کے ساتھ جس کے رجال ثقہ ہیں۔[3]) انہی رضی اللہ عنہا نے روایت ہے فرماتی ہیں ''میں نبی ﷺ کے سامنے سو جاتی میرے پاؤں آپ ﷺ کے قبلہ کی طرف ہوتے جب آپ ﷺ سجدہ کرتے مجھے ہاتھ مارتے تو میں اپنے پاؤں بند کرلیتی'' ایک روایت کے لفظ ہیں ''جب آپؐ سجدہ کا ارادہ کرتے میرے پاؤں پر ہاتھ مارتے''۔[4]

---

[1] یعنی آپ ﷺ سجدے میں تھے۔

[2] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۹۱)

[3] مسند امام احمد (۶/۲۱۰) وسنن ابی داؤد (۱/۱۲۳) حدیث نمبر ۱۷۸۔

[4] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۵۸۸) حدیث نمبر ۵۱۳۔

(۲) عام مخرج کے علاوہ:[۱]

کسی جگہ سے خون نکلنا وہ زخم سے ہو، یا سینگی سے، یا نکسیر سے، وہ کم یا زیادہ ہو:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

''مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں میں نماز پڑھتے رہے''[۲] نیز وہ فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک پھنسی کو دبایا اس سے خون نکل آیا آپ رضی اللہ عنہما نے اس سے وضو نہ کیا۔ حضرت ابن ابی رضی اللہ عنہ اوفی نے خون تھوکا اور نماز پڑھتے رہے۔[۳] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ آپ کا زخم خون بہاتا تھا۔[۴] حضرت عباد رضی اللہ عنہ بن بشر کو ایک تیر لگ گیا جب کہ آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز جاری رکھی۔[۵]

(۳) الٹی:

منہ بھر کے آئے یا کم ہو۔ اس کے ناقض ہونے کے متعلق کوئی قابل حجت حدیث نہ ہے۔

(۴) اونٹ کا گوشت کھانا:

خلفاء اربعہ اور بہت سے صحابہ و تابعین کی یہی رائے ہے لیکن صحیح حدیث کے مطابق اس سے وضو کا حکم ہے لہٰذا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ کیا ہم بکری کے گوشت سے وضو کریں؟ فرمایا

---

[۱] عام مخرج سے مراد سبیلین ہیں۔

[۲] صحیح بخاری مع فتح الباری (۲۸۰/۱) باب من لم یر الوضوء الخ ....۔

[۳] حوالہ گزشتہ۔

[۴] یثعب دما: کا معنی ہے خون بہاتا تھا۔

[۵] نیز صحیح بخاری حوالہ گزشتہ۔

اگر تم چاہو تو وضو کر لو اور اگر چاہو تو نہ کرو۔ کہا کیا ہم اونٹ کے گوشت سے وضو کریں؟ فرمایا ہاں اونٹ کے گوشت سے وضو کرو۔ کہا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھوں؟ فرمایا: نہیں۔[1] (احمد، مسلم)[2]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ سے اونٹ کے گوشت پر وضو کے متعلق پوچھا گیا؟ فرمایا اس سے وضو کرو۔ بکریوں کے گوشت کے متعلق پوچھا گیا؟ فرمایا: اس سے وضو نہ کرو۔ اونٹوں کے باڑوں میں نماز کے متعلق پوچھا گیا فرمایا ان میں نماز نہ پڑھو وہ شیطانوں سے ہیں۔ آپ ﷺ سے بکریوں کے باڑوں میں نماز کے متعلق پوچھا گیا فرمایا ان میں نماز پڑھو بے شک وہ برکت ہیں''۔[3]

ابن خزیمہ فرماتے ہیں علماء حدیث کے مابین میں نے اس حدیث کے نقل کے حوالہ سے صحیح ہونے کے متعلق کوئی اختلاف نہیں دیکھا کیونکہ اس کے نقل کنندگان عادل ہیں۔ نووی فرماتے ہیں: بلحاظ دلیل یہ مذہب قوی تر ہے گو کہ جمہور اس کے خلاف ہیں۔[4]

(۵) متوضی کے بے وضو ہونے کے متعلق شک:

جب وضو کرنے والے کو شک ہو کہ اس کا وضو ٹوٹ چکا ہے یا نہیں؟ اس کو شک نقصان نہ دے گا اور اس کا وضو نہ ٹوٹے گا وہ نماز میں ہو یا باہر حتیٰ کہ اسے یقین ہو جائے کہ وہ بے وضو ہو چکا ہے۔ عباد بن تمیم اپنے

---

[1] لیکن زیادہ روایات میں اس کی اجازت آئی ہے جیسا کہ اگلی روایت میں بھی ہے

[2] صحیح مسلم شرح النووی (۱۵۸/۱)

[3] سنن ابی داؤد (۳۳۱،۳۳۲/۱) حدیث نمبر ۴۹۳۔

[4] دیکھئے شرح صحیح مسلم (۱۵۸/۱)

چچا رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں: ''انہوں نے نبی ﷺ سے شکایت کہ آدمی کو خیال پڑتا ہے کہ نماز میں کوئی چیز پاتا ہے۔ فرمایا: وہ نہ پھرے حتیٰ کہ آواز سن لے یا بو پالے''۔

(اسے سوائے ترمذی کے سب نے روایت کیا ہے)[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے'' نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی جب اپنے نفس میں کوئی چیز پائے اس پر اشکال ہو کہ اس سے کوئی چیز نکلی ہے یا نہیں؟ تو وہ مسجد سے نہ نکلے حتیٰ کہ آواز سن لے یا بو پالے''۔[2]

اس سے مراد خاص آواز سننا اور بو پانا نہیں بلکہ اچھی طرح یقین ہے کہ اس سے کوئی چیز نکلی ہے۔ ابن المبارک فرماتے ہیں: جب کسی کو بے وضو ہونے کے متعلق شک ہو تو اس پر وضو واجب نہ ہوگا جب تک ایسا یقین نہ ہو جائے جس پر وہ قسم کھا سکتا ہو۔ ہاں اگر اسے بے وضو ہونے کا یقین ہو لیکن طہارت کا شک ہو تو مسلمانوں کے اجماع کے مطابق اس پر وضو لازم ہوگا۔

(٦) نماز میں قہقہہ:

وضو نہیں توڑتا کیونکہ اس متعلق جو کچھ مروی ہے وہ صحیح نہ ہے۔

(٧) میت کو نہلانے سے:

وضو واجب نہیں ہوتا۔ کیونکہ توڑنے والی دلیل ضعیف ہے۔

1۔ صحیح مسلم مع شرح النووی (١٥٩/١)

2۔ صحیح مسلم مع شرح النووی (١٥٩/١)

جن چیزوں کے لئے وضو واجب ہوتا ہے

وضو تین امور کے لئے واجب ہوتا ہے:

(اول) مطلق نماز

: فرض ہو یا نفل اور گو نماز جنازہ ہی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو اور سر کا مسح کر لیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں (دھولیا کرو) یعنی جب تم نماز کے لئے اٹھنا چاہو تم ناپاک ہو تو غسل کر لیا کرو[1] اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "اللہ تعالیٰ بغیر وضو کے نماز قبول نہیں کرتا اور غلول[2] سے صدقہ قبول نہیں کرتا"۔

(سوائے بخاری کے اسے سب نے روایت کیا ہے)۔[3]

(ثانی) بیت اللہ کا طواف کرنا:

کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے "نبی ﷺ نے فرمایا:

"طواف ایک نماز ہے ہاں اللہ تعالیٰ نے اس میں کلام کو حلال کیا ہے تو جو کوئی کلام کرے وہ صرف خیر کی کلام کرے"

(ترمذی، دارقطنی اور حاکم، ابن السکن اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے)۔[4]

(ثالث) قرآن کو چھونا:

کیونکہ حضرت ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

---

[1] سورۃ المائدہ: آیت ۶۔

[2] غلول: مال غنیمت سے تقسیم سے قبل چوری ہے۔

[3] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۱۹)

[4] جامع الترمذی (۱/۱۸۰)

نبی ﷺ نے اہل یمن کو ایک خط لکھا اس میں یہ بھی تھا۔

''قرآن کو صرف پاک آدمی چھوئے''۔[1]

ابن عبدالبر اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: یہ تواتر کے بہت مشابہ ہے کیونکہ اسے لوگوں کی طرف قبول حاصل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قرآن کو صرف طاہر آدمی چھوئے''۔[2]

وہ فرماتے ہیں اس کے رجال ثقہ بتائے گئے ہیں۔ یہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کو چھونا صرف طاہر آدمی کے لیے جائز ہے لیکن ''طاہر'' ایک مشترک لفظ ہو جو حدثِ اکبر سے طاہر اور حدثِ اصغر سے طاہر دونوں پر بولا جاتا ہے یہ مؤمن پر بھی بولا جاتا اور اس شخص پر بھی جس کے بدن پر نجاست نہ ہو اسے کسی معین پر محمول کرنے کے لئے کوئی قرینہ ہونا ضروری ہے لہٰذا یہ حدیث حدث اصغر والے کو قرآن چھونے کی ممانعت پر نص نہ ہوگی۔ رہا اللہ پاک کا فرمان:

﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ (سورۃ الواقعہ آیت ۷۹)

''اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہوں''

تو ظاہراً ضمیر کتاب مکنون کی طرف لوٹ رہی ہے جو کہ لوح محفوظ ہے یہی قریب ترین (مرجع) ہے اور وہ مُطَهَّرُوْنَ فرشتے ہیں۔ یہ ایسے ہی جیسے اللہ تعالیٰ نے مقام دیگر میں فرمایا:

﴿فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ، مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ، بِأَيْدِيْ سَفَرَةٍ، كِرَامٍ بَرَرَةٍ﴾

(سورۃ عبس آیات ۱۳ تا ۱۶)

---

[1] سنن الدارقطنی (۱/۱۲۹)

[2] سنن الدارقطنی (۱/۱۲۱) حدیث نمبر ۴۔

''قابل ادب ورقوں میں جو بلند مقام پر رکھے ہوئے پاک ہیں لکھنے والوں کے ہاتھوں میں جو سردار اور نیکو کار ہیں''۔

ابن عباس، شعبی، ضحاک، زید بن علی، مؤید باللہ، داؤد، ابن حزم اور حماد بن ابی سلیمان کا مذہب یہ ہے کہ حدث اصغر والے کے لئے قرآن کو چھونا جائز ہے۔ رہا اس کے لئے بغیر چھونے کے پڑھنا تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔[1]

[1] دیکھیے التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی (۱/۱۲۲،۱۲۱)

جن چیزوں کے لئے وضو مستحب ہے

درج ذیل احوال کے لئے وضو مندوب اور مستحب ہے:

(۱) اللہ عزوجل کے ذکر کے وقت:

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے "انہوں نے نبی ﷺ کو سلام کہا جب کہ آپ ﷺ وضو کر رہے تھے آپ ﷺ نے اس کا جواب نہ دیا حتیٰ کہ وضو کر لیا تو اس کا جواب دیا اور فرمایا:

"مجھے تجھے جواب دینے سے کسی نے نہ روکا تھا ہاں یہ ہے کہ میں نے بغیر طہارت اللہ کا ذکر کرنا ناپسند کیا"۔[1]

قتادہ کہتے ہیں:

"اس وجہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب تک وضو نہ کر لیتے اللہ عزوجل کا ذکر یا قرأت ناپسند کرتے تھے"۔ (احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت ابوجہیم بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: فرماتے ہیں "آپ ﷺ بیر جمل[2] کی طرف سے آئے آپ ﷺ کو ایک آدمی ملا اس نے آپ ﷺ کو سلام کہا۔ آپ ﷺ نے اس کا جواب نہ دیا حتیٰ کہ دیوار کی طرف آئے اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر پھیرا[3] پھر اس کے سلام کا جواب دیا"۔[4] یہ افضلیت اور مندوب کے طور پر ہے ورنہ وضو والے، بے وضو، جنبی، کھڑے، بیٹھے، چلنے والے اور لیٹنے والے کے لئے

---

[1] مسند امام احمد (۳۵۴/۴) وسنن النسائی مع شرح السیوطی (۲۴/۱)

[2] ایک جگہ جو مدینہ کے قریب پڑتی ہے۔

[3] اس سے مراد دیوار کی مٹی سے تیمم کرنا ہے۔

[4] صحیح بخاری مع فتح الباری (۴۴۱/۱) حدیث نمبر ۳۳۷۔

اللہ عزوجل کا ذکر بلا کراہت جائز ہے۔

کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کرتے تھے''۔ (اسے نسائی کے علاوہ خمسہ نے روایت کیا ہے جب کہ بخاری نے اسے بغیر سند ذکر کیا ہے)[1]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ بیت الخلا سے نکلتے تو ہمیں پڑھاتے، ہمارے ساتھ گوشت کھاتے آپ ﷺ کو سوائے جنابت کے کوئی چیز قرآن سے نہ روکتی تھی''۔

(خمسہ، جب کہ اسے ترمذی اور ابن السکن نے صحیح کہا ہے)[2]

(۲) سوتے وقت:

کیونکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اپنے لیٹنے کی جگہ پر جاؤ تو اپنا نماز والا وضو کرلو پھر اپنے دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ پھر کہو اے اللہ میں نے اپنی جان کو تیرے سپرد کر دیا۔ اپنے چہرے کو تیری طرف پھیر دیا، اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا، اپنی پشت تیرے لئے جھکا دی، تجھ سے لالچ اور ڈر رکھتے ہوئے تجھ سے کوئی پناہ کی جگہ اور نجات کی جگہ تیرے ہاں کے علاوہ نہ ہے، اے اللہ میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی، اور تیرے نبی ﷺ پر جو تو نے بھیجا'' اگر تم اس رات میں فوت ہو جاؤ تو تم فطرت پر ہو۔ ان کلمات کو اپنا آخری کلام بنایا کرو' کہتے ہیں میں نے اسے نبی ﷺ پر دہرایا۔ جب میں یہاں پہنچا۔ ''اے اللہ! میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے رسول ﷺ پر جو تو نے بھیجا فرمایا: نہیں! اور تیرے نبی ﷺ پر جو تو نے بھیجا''۔[3] جنبی کے متعلق اس

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۴۰۷)

[2] مسند امام احمد (۱/۸۴) وسنن النسائی شرح السیوطی (۱/۱۴۴)

[3] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۰۷) حدیث نمبر ۲۴۷

کی تاکید ہوتی ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: کہا اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم میں سے کوئی جنبی حالت میں سو جائے؟ فرمایا: ہاں جب وہ وضو کر لے"۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں:

"رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ کرتے جب کہ آپ جنبی ہوتے تو آپ ﷺ اپنی شرم گاہ کو دھو لیتے اور نماز والا وضو کر لیتے"۔[2]

(۳) جنبی کے لئے وضو مستحب ہے:

جب آدمی کھانے، پینے یا جماع کی طرف لوٹنے کا ارادہ کرے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے فرماتی ہیں:

"جب نبی ﷺ جنبی ہوتے کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے تو وضو کر لیتے"۔[3]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"نبی ﷺ نے جنبی کو رخصت دی ہے اگر وہ کھانے، پینے یا سونے کا ارادہ کرے تو وہ اپنا نماز والا وضو کر لے"۔

(احمد، ترمذی اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)۔[4]

حضرت ابو سعید نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے پھر لوٹنے کا ارادہ کرے تو اسے وضو کرنا چاہیے"۔ (اسے سوائے بخاری کے سب نے روایت کیا ہے)[5]

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۳۹۲/۱) حدیث نمبر ۲۸۷۔

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری (۳۹۳/۱) حدیث نمبر ۲۸۸۔

[3] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱۴۴/۱)

[4] جامع الترمذی (۲۰۶،۲۰۷/۱)

[5] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱۴۵/۱)

نیز ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے بھی اور انہوں نے یہ اضافہ بھی کیا ہے:

''بے شک یہ لوٹنے کے لئے زیادہ چست کرنے والا ہے''۔

(۴) غسل سے قبل وضوء کرنا اچھا ہے وہ واجب ہو یا مستحب:

کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے فرماتی ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ غسل جنابت کرتے۔ شروع میں اپنا نماز والا وضو کرتے۔ پھر اپنے دائیں سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے تو اپنی شرم گاہ دھوتے پھر اپنا نماز والا وضو کرتے''۔

(اس حدیث کو سب نے روایت کیا ہے)[1]

(۵) جو چیز آگ سے پکی ہو اس کے کھانے سے بھی وضوء اچھا ہے:

کیونکہ ابراہیم بن عبداللہ بن قارظ کی حدیث ہے فرماتے ہیں: میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا جب کہ وہ وضو کر رہے تھے۔ فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ میں کس وجہ سے وضو کر رہا ہوں؟ میں نے پنیر کے ٹکڑے[2] کھائے تھے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اس چیز سے وضو کرو جس کو آگ نے چھوا ہو۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس چیز کو آگ نے چھوا ہو اس سے وضو کرو''۔[4] وضو کا جو حکم ہے یہ مندوب[5] پر محمول ہے کیونکہ حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۴۵)

[2] من اثوار اقط: جمے ہوئے دودھ کے ٹکڑے ہیں۔

[3] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۵۶)

[4] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۵۶)

[5] اکثر علماء کے نزدیک یہ وضو سے منسوخ ہو چکا ہے اسلئے ایسی چیز کھانے پر وضو نہ ہے۔

''میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپؐ بکری کے کندھے کا گوشت کاٹ کے کھا رہے تھے۔ آپ ﷺ کو نماز کے لئے بلایا گیا آپؐ اٹھے چھری پھینک دی اور نماز پڑھی جب کہ وضو نہ کیا''[1]

نووی فرماتے ہیں اس میں گوشت کو چھری کے ساتھ کاٹنے کا جواز ہے۔[2]

(۶) ہر نماز کے لئے نیا وضو:

کیونکہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ ہر نماز کے وقت وضو کرتے تھے جب فتح مکہ کا دن تھا آپ ﷺ نے وضو کیا، اپنے موزوں پر مسح کیا اور نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا!

اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! آپ ﷺ نے ایسا کام کیا ہے جو پہلے آپ ﷺ نے نہ کیا تھا؟ فرمایا: ''اے عمر میں نے عمداً کیا''[3] حضرت ابن عمرو بن عامر الانصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ''آپ ﷺ ہر نماز کے وقت وضو کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں میں نے کہا: تو آپؓ لوگ کیسے کرتے تھے؟ کہا: ہم ایک وضو کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے جب تک بے وضو نہ ہو جائیں''[4]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھوں تو ہر نماز کے وقت وضو کا اور ہر وضو

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۱۱)

[2] دیکھئے شرح مسلم (۱/۱۵۶)

[3] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۳۵)

[4] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۱۵) حدیث نمبر ۲۱۴۔

کے ساتھ مسواک کا حکم دے دوں"۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: فرماتے ہیں جس نے وضو پر وضو کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی"۔[2]

[1] مسند احمد (۲/۲۵۹)

[2] سنن ابی داود (۱/۵۰) حدیث نمبر ۲۶۔ یہ حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مترجم)

چند فوائد جن کی وضو کرنے والے کو ضرورت پڑتی ہے

(۱) جائز قسم کی باتیں وضو میں جائز ہیں حدیث میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس میں اس کی ممانعت ہو۔

(۲) اعضاء کو دھوتے وقت کی دعا کی کوئی بنیاد/ دلیل نہیں یہ بالکل باطل ہے۔ اصل مقصود انہی دعاؤں پر اکتفاء ہے جن کا ذکر ''سنن الوضوء'' میں گزر چکا ہے۔

(۳) اگر وضو کرنے والے کو دھونے کے عدد میں شک ہو جائے تو وہ یقین پر بنیاد رکھے گا جو کم از کم ہو گی۔

(۴) اعضا وضوء میں سے کسی عضو پر اگر کوئی رکاوٹ یعنی پالش وغیرہ موجود ہو تو وضو باطل ہو جائے گا لیکن اگر اکیلا رنگ ہو جیسے مہندی وغیرہ کا خضاب ہو تو یہ وضو کی صحت میں کچھ اثر نہ کرے گا۔ کیونکہ یہ جلد اور جلد تک پانی پہنچنے کے مابین حائل/ رکاوٹ نہیں ہوتا۔

(۵) مستحاضہ، جیسے پیشاب کے قطرے آتے ہوں/سلسل البول ہو۔ بے قابو ہو کر ہوا خارج ہو جاتی ہو یا ان کے علاوہ کوئی عذر ہو تو یہ لوگ ہر نماز کے لئے وضو کریں گے اگر عذر تمام اوقات پر شامل رہتا ہو یا اس کا روکنا ممکن نہ ہو اس عذر کے ہوتے ہوئے بھی ان کی نماز درست شمار کی جائے گی۔

(۶) وضو میں کسی دوسرے سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔

(۷) وضو کرنے والے کے لئے جائز ہے کہ گرمی ہو یا سردی وہ تولیہ وغیرہ سے اپنے اعضاء کو خشک کر سکتا ہے۔

موزوں پر مسح

اس کے مشروع ہونے کی دلیل:

رسول اللہ ﷺ کی صحیح سنت سے موزوں پر مسح ثابت ہے۔ نووی فرماتے ہیں: ''جن علماء کا اجماع معتبر جانا جاتا ہے انہوں نے سفر اور حضر میں موزوں پر مسح کے جواز پر اجماع کیا ہے وہ کسی ضرورت سے ہو یا نہ ہو۔ حتیٰ کہ ملازم عورت بھی اور ایسا اپاہج بھی جو چل نہ سکتا ہو''۔ اس کا انکار صرف شیعہ اور خوارج نے کیا ہے جب کہ ان کا اختلاف لائق شمار نہ ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں۔ حفاظ کی جماعت نے اس بات کی صراحت کی ہے مسح علی الخفین متواتر ہے۔ بعض نے اس کے رواۃ کو جمع کیا ہے تو وہ اسی سے زائد ہوئے جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں[1] مسح میں قوی ترین حدیث جو حجت ہے وہ یہ ہے جسے امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور ترمذی نے ہمام نخعیؒ سے بیان کیا ہے[2] فرماتے ہیں: حضرت جریر بن عبداللہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ انہیں کہا گیا آپ ایسا کر رہے ہیں جب کہ آپ نے پیشاب کیا ہے؟ فرمایا: جی ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا'' ابراہیم فرماتے ہیں لوگوں کو یہ حدیث اچھی لگتی تھی کیونکہ حضرت جریر کا اسلام نزول مائدہ کے بعد کا ہے یعنی حضرت جریر سنہ دس ہجری میں وضو والی آیت نازل ہونے کے بعد مسلمان ہوئے جس میں پاؤں کو دھونے

---

[1] یہ بات حافظ ابن حجر نے بیان کی ہے۔ دیکھئے فتح الباری (۳۰۶/۱)

[2] صحیح مسلم مع شرح النووی (۲۳۵/۱)

کا وجوب بتایا گیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث وضاحت کرنے والی بن گئی ہے یعنی آیت میں دھونے کے وجوب سے مراد اس شخص کے لیے ہے جس نے موزے نہ پہنے ہوں۔ رہا موزے والا تو اس پر فرض مسح ہے تو یہ سنت آیت (کے عموم) کو خاص کرنے والی ہو جائے گی۔

(۲) جورابوں پر مسح کی مشروعیت:

جورابوں پر مسح جائز ہے۔ اس کے متعلق کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں حضرت علیؓ بن ابو طالب، ابن مسعودؓ، براء بن عازبؓ، انس بن مالکؓ، ابو امامہؓ، سہل بن سعلہؓ اور عمروؓ بن حریث نے جورابوں پر مسح کیا۔ اسی طرح حضرت عمر بن خطاب اور ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ (انتھی۔ حضرت عمار بلال بن عبد اللہ بن ابی اوفی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے)۔

ابن قیم کی تہذیب السنن میں ابن المنذر سے مروی ہے: امام احمد نے جورابوں پر مسح کے جواز پر نص بیان کی ہے۔ یہ ان کا عدل اور انصاف ہے۔ ان کا اعتماد صحابہ رضی اللہ عنہم اور صریح قیاس ہے۔ کیونکہ جورابوں اور موزوں کے مابین کوئی مؤثر فرق ظاہر نہیں ہوا جس کی بنیاد پر اس سے حکم پھیر دیا جائے جورابوں پر مسح اکثر اہل علم کا قول ہے انتھی۔

جن لوگوں نے جورابوں پر مسح جائز بتایا ہے ان میں سفیان ثوری، ابن المبارک، عطاء، حسن اور سعید بن المسیب بھی ہیں۔ ابو یوسف اور محمد فرماتے ہیں جورابوں پر مسح جائز ہے بشرطیکہ وہ موٹی ہوں ان کے نیچے کی چیز ان سے نظر نہ آئے۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ موٹی جوراب پر مسح کو جائز نہ کہتے تھے پھر اپنی وفات سے تین یا سات دن قبل انہوں نے بھی جواز کی طرف رجوع کر لیا اپنی بیماری میں انہوں نے اپنی موٹی جرابوں پر مسح کیا اور اپنے عیادت کنندگان کو فرمایا: ''میں نے وہ کام کر لیا ہے جس سے میں روکا کرتا تھا'' حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے

مروی ہے ''رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور جورابوں اور نعلین[1] پر مسح کیا۔ (احمد، طحاوی، ابن ماجہ، ترمذی وہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے[2]) ابوداؤد نے اسے ضعیف کہا ہے۔ جرابوں پر مسح ہی مقصود ہے جب کہ نعلین پر مسح تبعاً آ گیا ہے۔ جس طرح جورابوں پر مسح جائز ہے اس طرح پاؤں کو ڈھانپنے والی ہر چیز لفافہ وغیرہ پر مسح جائز ہے یعنی ہر وہ چیز جو پاؤں پر سردی یا گھس جانے کے ڈر سے یا زخم وغیرہ کی وجہ سے لپیٹی جائے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: درست بات ہے یہ ہے کہ لفافوں پر مسح کیا جائے گا یہ جورابوں اور موزوں سے مسح کا زیادہ حق دار ہے کیونکہ لفافے عام طور پر بوقت حاجت ہی استعمال ہوتے ہیں ان کے اتارنے میں نقصان ہوتا ہے یا سردی لگتی ہے یا گھسنے کا ڈر ہوتا ہے یا زخم پر تکلیف ہوتی ہے۔ جب جورابوں اور موزوں پر مسح جائز ہوگا تو لفافوں پر بطریق اولیٰ ہوگا جو شخص اس متعلق کسی اجماع کا دعویٰ کرے تو۔ اس کے پاس عدم علم کے سوا کچھ نہیں ہے اجماع تو کجا وہ دس مشہور علماء سے بھی اس کی ممانعت نقل نہیں کر سکتا..........

ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے الفاظ پر غور کرے اور قیاس کو اس کا حق دے اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس باب میں رخصت وسیع ہے اور یہ چیز شریعت کے محاسن نیز اس نرمی والی حنیفیت میں سے ہے جو آپؐ دے کر بھیجے گئے۔ (انتہی)

---

[1] (نعل وہ چیز جس کے ذریعہ سے پاؤں کو زمین سے بچایا جائے یہ ''خف'' سے مختلف ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے نعل میں دو تسے تھے ایک کو پاؤں کے انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے مابین رکھتے جب کہ دوسرے کو درمیانی اور ساتھ والی انگلی کے مابین رکھتے۔ وہ دونوں تسے اس تسمے کے ساتھ جڑے تھے جو پاؤں کے اوپری طرف ہوتا ہے جو ''شراک'' کے نام سے معروف ہے ''جورب'' پاؤں کا لفافہ ہے جس کا نام ''شراب'' بھی ہے۔

[2] مسند امام احمد (۲۵۲/۱) وسنن ابی داؤد (۱۱۲/۱) حدیث نمبر ۱۵۹۔ وجامع الترمذی (۱۶۷/۱) حدیث نمبر ۹۹۔

اگر موزے یا جوراب میں سوراخ ہوں تو بھی اس پر مسح میں کوئی حرج نہ ہے جب تک وہ عادتاً پہنتا رہے۔ ثوری فرماتے ہیں: لوگوں کی طرح مہاجرین اور انصار کے موزے بھی سوراخوں سے بچے نہ ہوتے تھے۔ اگر اس میں کوئی ڈر ہوتا تو ان سے مروی اور منقول ہوتا۔[1]

(۳) موزہ اور اس کے ہم معنی چیزوں پر مسح کی شروط:

مسح کے لئے شرط ہے کہ آدمی نے موزہ یا اس کے ہم معنی ڈھانپنے والی چیز وضو کر کے پہنی ہو کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں: ''ایک رات سفر میں میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھا میں نے آپ ﷺ کو لوٹے سے پانی ڈالا، آپ ﷺ نے اپنا چہرہ اور بازو دھوئے اور سر کا مسح کیا۔ پھر میں جھکا کہ آپ ﷺ کے موزے اتاروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دے میں نے ان دونوں کو پاک حالت میں پہنا ہے تو آپ ﷺ نے ان پر مسح کر لیا''۔[2] حمیدی نے اپنی مسند میں انہی سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں: ''ہم نے کہا اے اللہ کے پیغمبر ﷺ! کیا ہم میں سے کوئی موزوں پر مسح کر سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں جب اس نے ان دونوں کو پاک حالت میں پہنا ہو''۔ رہی وہ شرط جو بعض فقہاء نے بیان کی ہے کہ موزہ کے لئے ضروری ہے وہ فرض جگہ کو ڈھانپے ہوئے ہو، وہ بغیر کھینچنے کے بذات خود ٹھہر سکے نیز اس میں پیدل چلتے جانے کا امکان بھی ہو تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں اس کا ضعف بیان فرمایا ہے۔

---

[1] جورابوں پر مسح کے حوالہ سے اگر تحقیق اور تفصیل مطلوب ہو تو تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی کا مطالعہ کیا جائے۔ (مترجم)

[2] مسند احمد و سنن نسائی مع شرح السیوطی (۸۴/۱)

(۴) مسح کی جگہ:

مسح میں مشروع جگہ موزے کا اوپری حصہ ہے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ موزوں کی اوپری طرف مسح کرتے تھے'' (احمد، ابوداؤد، ترمذی اور انہوں نے اسے حسن کہا ہے [1]) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ''اگر دین رائے پر ہوتا ہے تو موزے کا نچلا حصہ اوپری حصہ سے مسح کا زیادہ حقدار ہوتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ موزوں کے اوپری حصہ پر مسح کرتے تھے''۔ (ابوداؤد، دارقطنی اور اس کی سند حسن یا صحیح ہے [2]) مسح میں اسی طرح واجب ہے جس پر لغۃً مسح کا لفظ بولا جاسکے اس میں کچھ تعین نہ ہے۔ اور اس متعلق کچھ بھی درست نہ ہے۔

(۵) مسح کی مدت:

مقیم کے لئے موزوں پر مسح کی مدت ایک دن اور رات جب کہ مسافر کے لئے تین دن اور راتیں ہیں۔ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں (یعنی نبی ﷺ) نے حکم فرمایا: کہ موزوں پر مسح کرلیں جبکہ ہم نے انہیں پاک حالت میں پہنا ہو جب ہم سفر کریں تو تین دن اور جب اقامت کریں تو ایک دن اور رات۔ ہم انہیں صرف جنابت کی وجہ سے اتاریں گے'' (شافعی، احمد، ابن خزیمہ، ترمذی، نسائی اور دونوں نے اسے صحیح کہا ہے [3]) حضرت شریح بن ھانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسح علی الخفین کے متعلق پوچھا؟ وہ کہنے لگیں تم علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو وہ اس بات کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ

---

[1] جامع الترمذی (۱/۱۶۵) حدیث نمبر ۹۸۔

[2] سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۱۶۲۔

[3] مسند احمد (۴/۲۳۹) وسنن نسائی مع شرح السیوطی ([illegible])

سفر کیا کرتے تھے میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسافر کے لئے تین دن اور راتیں جب کہ مقیم کے لئے ایک دن اور رات ہے" (احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ[1]) بیہقی فرماتے ہیں یہ اس باب میں صحیح ترین روایت ہے۔ پسندیدہ بات یہ ہے کہ مدت وقت مسح سے شروع ہوگی جب کہ بعض نے کہا پہننے کے بعد جب بے وضو ہو اس وقت سے۔

(۶) مسح کا طریقہ:

وضو کرنے والا اپنا وضو مکمل کرنے کے بعد موزے یا جرابیں پہن لے اس کے لئے جب بھی وضو کرنا چاہے اپنے پاؤں دھونے کی بجائے ان پر مسح کرنا درست ہوگا۔ اگر وہ مقیم ہو تو اس میں اس کے لئے ایک دن اور ایک رات کی رخصت ہے۔ اور اگر مسافر ہو تو تین دن اور راتیں۔

لیکن اگر وہ جنبی ہو جائے تو اس کے لئے ان کو اتارنا واجب ہوگا۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی حدیث کی رو سے جو پیچھے گزر گئی ہے۔[2]

(۷) جو چیزیں مسح کو باطل کرتی ہیں:

موزوں پر مسح کو درج ذیل چیزیں باطل کر دیتی ہیں:

❶ مدت کا گزرنا، ❷ جنابت، ❸ موزے اتارنا۔

اگر مدت گزر جائے یا آدمی موزے اتار دے جب کہ وہ پہلے وضو کر چکا تھا تو صرف اپنے پاؤں دھو لے گا۔

---

[1] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۳۵)

[2] یعنی بروایت احمد ونسائی جن کی تخریج ابھی گزر دی ہے۔ (از مترجم)

غسل

غسل کا معنی جسم پر پانی بہانا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مشروع ہے:

﴿وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾ (سورة المائدہ ٦)

ترجمہ: ''اور اگر تم جنبی ہو تو (نہا کر) پاک ہو جایا کرو''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾

(سورة البقرہ آیت ٢٢٢)

ترجمہ: ''اور تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو وہ تو نجاست ہے سو ایام حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو ہاں جب پاک ہو جائیں تو جس طریق سے اللہ نے تمہیں ارشاد فرمایا ہے ان کے پاس جاؤ کچھ شک نہیں کہ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔

اس کے کچھ مباحث ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

غسل واجب کرنے والی چیزیں:

غسل پانچ باتوں کی وجہ سے واجب ہو جاتا ہے

(اول) عورت یا مرد کی سوتے یا جاگتے ہوئے اگر شہوت کے ساتھ منی خارج

ہو جائے۔ یہ عام فقہاء کا قول ہے۔ اس کی دلیل ابو سعید کی حدیث ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانی پانی سے ہے''۔[1] (مسلم)[2] اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اور ام سلیم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک اللہ حق سے نہیں شرماتا تو کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اسے احتلام ہو جائے؟ فرمایا:

ہاں! ''بشرطیکہ وہ پانی کو دیکھ لے''۔[3]

اس حوالہ سے کچھ صورتیں ایسی ہیں جو اکثر وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ ضرورت کے پیش نظر ہم ان پر متنبہ کرنا بھی مناسب سمجھتے ہیں:

(۱) جب منی شہوت سے نہ نکلے بلکہ مرض یا ٹھنڈک سے نکلے تو غسل واجب نہ ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: جب تم منی کو زور سے خارج کرو تو وضوء کرو۔[4] (ابوداؤد)[5]

مجاہد فرماتے ہیں ہم (یعنی ابن عباس کے ساتھی) مسجد میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے، میں، طاؤس، سعید بن جبیر اور عکرمہ جب کہ ابن عباس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اچانک ہمارے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا: کیا کوئی مفتی ہے؟ ہم نے کہا تم سوال کرو! اس نے کہا میں جب بھی پیشاب کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی پانی کے ٹپکنے والے قطرے (منی) نکل آتے ہیں؟ ہم نے کہا وہ والا کہ جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے؟ اس نے کہا ہاں! ہم نے کہا تجھ پر غسل واجب ہوتا ہے۔ کہتے ہیں وہ آدمی ''انا للہ وانا

---

[1] یعنی غسل انزال سے ہے۔ پہلے پانی سے مراد پاک کرنے والا جب کہ دوسرے سے مراد منی ہے۔

[2] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱۵۵/۱) مترجم کہتا ہے امام بغوی نے فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔ دیکھیے مصابیح السنۃ (۲۱۲/۱) حدیث نمبر ۲۹۳۔

[3] حدیث میں وارد لفظ فضخ کا معنی شدت سے منی کا خروج ہے۔

[4] صحیح بخاری مع فتح الباری (۲۲۹/۱، ۲۲۸) حدیث نمبر ۱۳۰۔

[5] سنن ابی داؤد (۱۴۲/۱) حدیث نمبر ۲۰۶۔

الیــہ راجعـون“ کہتے ہوئے واپس چلا گیا۔ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ نے نماز جلدی سے پڑھ لی پھر عکرمہ سے فرمایا: اس آدمی کو میرے پاس لاؤ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے فرمایا:

مجھے بتاؤ تم نے اس آدمی کو جو فتویٰ دیا ہے یہ کتاب اللہ سے ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ سے ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ فرمایا تو پھر کہاں سے ہے؟ ہم نے کہا اپنی رائے سے۔ فرمایا یہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ”ایک فقیہ شیطان پر ہزار عبادت گزار سے سخت ہے“[1] کہتے ہیں وہ آدمی آ گیا حضرت ابن عباس اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا: مجھے بتاؤ جب تمہیں ایسا ہوتا ہے تو کیا تم اپنے ذکر میں شہوت محسوس کرتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کیا تم اپنے جسم میں کوئی نشہ محسوس کرتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ تو ٹھنڈک کی ایک بیماری ہے تمہیں اس سے وضو ہی کافی ہے۔

(ب) اگر کسی کو احتلام ہو لیکن وہ منی نہ پائے تو اس پر غسل نہ ہے:

ابن المنذر فرماتے ہیں جو اہل علم مجھے یاد ہیں ان کا اس پر اجماع ہے۔ حضرت ام سلیمؓ کی حدیث میں بھی ہے جو پیچھے گزر گئی ہے ”کیا جب عورت کو احتلام ہو اس پر غسل واجب ہے؟ فرمایا:

ہاں بشرطیکہ وہ پانی کو پائے“۔

یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اگر اس نے پانی نہ دیکھا تو اس پر غسل لازم نہ ہوگا۔ لیکن اگر بیدار ہونے کے بعد پانی نکلے تو اس پر غسل واجب ہوگا۔

(ج) اگر کوئی نیند سے جاگے وہ تری پائے لیکن اسے احتلام یاد نہ ہے پھر اگر اسے

---

[1] جامع الترمذی (۴۸/۵) حدیث نمبر ۲۶۸۱۔

یقین ہو کہ یہ منی ہے تو اس پر غسل واجب ہے۔ کیونکہ بظاہر وہ احتلام سے ہی نکلا ہے جو کہ اسے بھول گیا ہے۔ اور اگر اسے شک ہوا سے معلوم نہ ہو کہ یہ منی ہے یا کچھ اور؟ تو احتیاطاً اس پر غسل لازم ہوگا۔

مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں اس پر غسل لازم نہ ہوگا جب تک ٹپکنے والے پانی کا یقین نہ ہو۔ اس لئے کہ بقاء طہارت یقینی چیز ہے جو شک سے ختم نہیں ہو سکتی۔

(د) بوقت شہوت کسی نے منی کا آنا محسوس کیا اس نے اپنا ذکر تھام لیا۔ منی نہ نکلی تو اس پر غسل لازم نہیں۔ کیونکہ پیچھے گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ نے غسل کو پانی دیکھنے سے متعلق کر دیا ہے۔ لہٰذا اس کے بغیر حکم ثابت نہ ہوگا۔ لیکن اگر آدمی چل پڑے اور اس کی منی نکل آئے تو اس پر غسل واجب ہوگا۔

(ہ) کسی نے اپنے کپڑوں میں منی دیکھی اسے معلوم نہیں کہ یہ کب لگی جب کہ وہ نماز بھی پڑھ چکا اس پر اپنی آخری نیند کے بعد والی نماز کو دہرانا لازم ہوگا۔ ہاں اگر وہ کوئی ایسی بات دیکھے جس سے پتہ چلے کہ یہ اس سے پہلے کی ہے۔ تو جس پچھلی نیند سے اس کو احتمال ہو وہاں سے نماز دہرائے گا۔

(ثانی)، دو شرم گاہوں کا ملنا:

یعنی حشفہ (آلہ تناسل کی سپاری) کا فرج (شرم گاہ زن) میں غائب ہو جانا گو کہ انزال نہ بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ﴾ (سورة المائده آيت ٦)

ترجمہ: ''اور اگر تم جنبی ہو (نہا کر) پاک ہو جایا کرو''۔

امام شافعی فرماتے ہیں: کلام عرب کا تقاضا ہے کہ جنابت کا لفظ درحقیقت جماع پر بولا جاتا ہے گو کہ انزال اس میں نہ بھی ہو۔ فرماتے ہیں: جس کو بھی بتایا جائے کہ فلاں مرد نے فلاں عورت سے جنابت کی ہے وہ یہی سمجھے گا کہ اس نے اس کے ساتھ جماع کیا ہے گو کہ انزال نہ ہوا ہو۔ فرماتے ہیں: کہ کسی کو بھی اس پر اختلاف نہیں کہ جس زنا

سے حد[1] واجب ہو جاتی ہے وہ جماع ہی ہے گو کہ اس سے انزال نہ ہوا ہو۔ اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر کوشش کرے[2] تو غسل واجب ہو جائے گا اس کا انزال ہو یا نہ ہو''۔[3] حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن آپ ﷺ سے حیا کرتا ہوں۔ فرمایا پوچھو اور نہ شرماؤ کیونکہ میں تو تمہاری ماں ہوں۔ انہوں نے پوچھا ایک آدمی عورت کو ڈھانپ لیتا (جماع کرتا) ہے لیکن انزال نہیں ہوتا؟ تو انہوں نے نبی ﷺ کے حوالہ سے فرمایا:

''جب شرم گاہ شرم گاہ سے مل جائے تو غسل واجب ہو جائے گا''۔ (احمد ومالك بالفاظ مختلفه)[4] لیکن بالفعل دخول ضروری ہے اگر محض ساتھ لگایا جائے دخول نہ ہو تو اس بات پر اجماع ہے کہ ان میں سے کسی پر بھی غسل واجب نہ ہوگا۔

(ثالث)، حیض و نفاس کا ختم ہونا:

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي

---

[1] اصل عبارت میں لفظ جلد ہے جس کا معنی درے مارنا ہے جو کہ غیر شادی شدہ کے لئے ہے جب کہ ہم نے حد کا لفظ اس لئے لکھا ہے کیونکہ یہ شادی شدہ کی سزا کو بھی شامل ہے۔

[2] چار شاخوں سے مراد عورت کے دو بازو اور دو ٹانگیں ہیں جب کوشش سے مراد دخول کی کوشش مراد ہے۔

[3] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱۵۵/۱)

[4] اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ دیکھئے (۱۵۶/۱) مع شرح النووی۔

الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾

(سورۃ البقرہ آیت ۲۲۲)

''اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو ہاں جب پاک ہو جائیں تو جس طریق سے اللہ نے تمہیں ارشاد فرمایا ہے ان کے پاس جاؤ''۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا:

''ان دنوں کے بقدر نماز چھوڑ دو جن میں تجھے حیض آتا ہے پھر غسل کرو اور نماز پڑھو'' [1]

یہ دلائل گو کہ حیض کے متعلق آئے ہیں لیکن اجماع صحابہ کے مطابق نفاس بھی حیض کی طرح ہے۔ اگر عورت بچہ جنم دے اور (بعد میں) خون نظر نہ آئے تو بعض کہتے ہیں اس پر غسل واجب ہے جب کہ بعض کہتے ہیں اس پر غسل واجب نہ ہے لیکن اس حوالہ سے کوئی نص موجود نہیں۔

(رابع)، موت:

جب مسلمان فوت ہو جائے اسے بالاجماع غسل دینا واجب ہے۔ اس کا طریقہ بالتفصیل اپنی جگہ پر آئے گا۔

(خامس)، جب کافر مسلمان ہو:

جب کافر مسلمان ہو اس پر غسل واجب ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی رو سے ثمامہ الحنفی کو قید کیا گیا۔ نبی ﷺ اس کے پاس جاتے فرماتے:

''ثمامہ تمہارے پاس کیا (خبر) ہے؟ وہ کہتا اگر تم قتل کرو گے تو خون (کا

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۲۳۱،۲۳۲/۱)

بدلہ لینے) والے کو قتل کرو گے، اگر احسان کرو گے تو قدر کرنے والے پر احسان کرو گے اور اگر تمہیں مال کی طلب ہو تو جتنا چاہو ہم تمہیں دیں گے"۔

پیغمبر ﷺ کے اصحاب فدیہ (اس کی آزادی کے عوض مال) پسند کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے ہم اس کو قتل کر کے کیا کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے گزرے تو وہ مسلمان ہو گیا تو آپ ﷺ نے اسے کھول دیا اس کو حضرت ابو طلحہؓ کے باغ[1] میں بھیج دیا اور حکم فرمایا کہ وہ غسل کرے لہٰذا اس نے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی تو نبی ﷺ نے فرمایا:

"تمہارے بھائی کا اسلام اچھا ہو گیا ہے"۔

(احمد جب کہ اصل واقعہ بخاری و مسلم میں ہے۔[2])

---

[1] روایت میں مذکور لفظ "حائط" کا معنی باغ ہے۔

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۵۵۵) حدیث نمبر ۴۶۲۔

جو چیزیں جنبی پر حرام ہیں

جنبی پر درج ذیل چیزیں حرام ہوں گی:

(۱) نماز:

(۲) طواف:

اس کے دلائل جن باتوں کے لئے وضو واجب ہوتا ہے کی بحث میں گزر چکے ہیں۔

(۳) قرآن کو چھونا اور اس کو اٹھانا:

ان دونوں باتوں کی حرمت پر ائمہ کے مابین اتفاق ہے اس میں سے صحابہ میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ داؤد اور ابن حزم نے جنبی کے لئے قرآن کو چھونا اور اٹھانا جائز کہا ہے اور ان دونوں پر کچھ حرج نہیں سمجھا۔ ان کا استدلال صحیحین کی اس حدیث سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہرقل کی طرف ایک خط بھیجا جس میں یہ لکھا تھا۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.......... تا آنکہ فرمایا:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ، وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ (سورة ال عمران آیت ٤٦)

ترجمہ "اے اہل کتاب! جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے اگر یہ لوگ نہ مانیں تو کہہ دو کہ تم گواہ

رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں''۔

ابن حزم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خط بھیجا اور اس میں یہ آیت بھی عیسائیوں کو لکھ کر بھیجی جبکہ آپ ؐ کو یقین تھا کہ وہ اس خط کو چھوئیں گے۔

جمہور نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ یہ ایک خط تھا اور جو چیزیں مثلاً رسائل، کتب تفسیر، فقہ وغیرہ قرآنی آیات پر مشتمل ہوں ان کے چھونے میں کچھ ممانعت نہ ہے ان کو قرآن نہیں کہا جاتا اور نہ ہی ان کی حرمت ثابت ہے۔

(۴) قرآن پڑھنا:

جمہور کے نزدیک جنبی پر قرآن کا کچھ حصہ پڑھنا بھی حرام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی رو سے کہ ''رسول اللہ ﷺ کو قرآن سے کوئی چیز نہ روکتی سوائے جنابت کے'' (بروایت اصحاب سنن اور ترمذی وغیرہ نے اسے صحیح کہا ہے[1])

فتح الباری میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

بعض محدثین نے اس حدیث کے بعض راویوں کو ضعیف کہا ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ از قبیل حسن ہے۔ حجت کے قابل ہے۔ انہی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے وضو کیا پھر قرآن کا کچھ حصہ پڑھا پھر فرمایا:

''یہ طریقہ اس کے لئے ہے جو جنبی نہ ہو رہا جنبی تو اس کے لئے نہیں ایک آیت بھی نہیں''۔ (احمد، ابویعلیٰ اور یہ لفظ انہیں کے ہیں)

ہیثمی فرماتے ہیں اس حدیث کے ''رجال موثقون'' ہیں۔ شوکانی فرماتے ہیں اگر یہ صحیح ہو تو حرمت پر استدلال کے لئے درست ہے۔ رہی پہلی حدیث تو اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو حرمت پر دلیل ہو۔ کیونکہ اس کا مقصود یہی ہے کہ نبی ﷺ نے بحالت جنابت قرأت چھوڑی۔ اس طرح کی روایت کراہت پر بھی درست دلیل نہیں ہوسکتی تو اس سے حرمت پر استدلال کیسے ہوگا؟

---

[1] اس کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے دیکھئے مسند امام احمد (۸۴/۱) و سنن النسائی مع شرح السیوطی (۱۴۴/۱)

بخاری، طبرانی، داؤد اور ابن حزم کا مذہب جنبی کے لئے قرأت کا جواز ہے۔امام بخاری فرماتے ہیں:

ابراہیم نے فرمایا حائضہ اگر آیت پڑھ لے تو حرج نہیں۔حضرت ابن عباس نے جنبی کے لئے قرأت پر حرج نہیں سمجھا اور نبی ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔[1] حافظ ابن حجر اس پر تعلیق (حاشیہ) میں فرماتے ہیں: مصنف یعنی بخاری کے ہاں اس متعلق آنے والی احادیث میں سے کوئی بھی صحیح نہیں یعنی جنبی اور حائضہ کو قرأت سے منع کرنے کے حوالہ سے۔[2]

گو کہ اس کے متعلق جو احادیث آئی ہیں وہ دیگر کے نزدیک قابل حجت ہو جاتی ہیں لیکن ان میں سے اکثر قابل تاویل ہیں۔

(۵) مسجد میں ٹھہرنا:

جنبی کے لئے مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی رو سے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جب کہ آپؐ کے اصحاب کے گھروں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔آپؐ نے فرمایا:

"ان گھروں کے منہ مسجد سے پھیر دو"۔

پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے لوگوں نے اس امید پر کچھ نہ کیا تھا کہ ان پر اس کی رخصت نازل ہوگی۔آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

"ان گھروں کے منہ مسجد سے پھیر دو" بے شک میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال قرار نہیں دیتا"۔[3]

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۴۰۷) باب الحائض الخ......

[2] دیکھئے فتح الباری (۱/۴۰۸،۴۰۷)

[3] سنن ابن ماجۃ (۱/۲۱۲) حدیث نمبر ۶۴۵۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد کے صحن[1] میں داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بآواز بلند فرمایا:

''بے شک مسجد حائضہ اور جنبی کے لئے حلال نہ ہے''۔ (ابن ماجہ اور طبرانی)

یہ دونوں حدیثیں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد میں ٹھہرنے کی عدم حلت پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن ان دونوں کو گزرنے کی اجازت ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ، وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا﴾

(سورة النساء آيت ٤٣)

''مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ اور جنابت کی حالت میں بھی جب تک غسل (نہ) کرلو ہاں اگر بحالت سفر میں رستے چلے جارہے ہو''۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں'' ہم میں سے کوئی بحالت جنابت مسجد سے گزرنے کے لئے گزر جایا کرتا تھا'' (ابن ابی شیبہ وسنن سعید بن منصور) حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے فرماتے ہیں'' اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحالت جنابت مسجد میں چل لیا کرتے تھے'' (ابن المنذر)

حضرت یزید بن حبیب سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں کے دروازے مسجد کی طرف تھے انہیں جنابت پہنچتی وہ پانی نہ پاتے اور پانی کی طرف راستہ بھی سوائے مسجد کے نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا:

﴿وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ﴾

---

[1] حدیث شریف میں مذکور لفظ صَرْحَة کا پہلا حرف مفتوح اور دوسرا ساکن ہے۔ اس کا معنی گھر کا صحن اور پھیلی ہوئی زمین ہوتا ہے۔

ترجمہ ''اور نہ جنبی مگر راہ گزرنے والے''۔ (ابن جریر)

امام شوکانی اس کے بعد لکھتے ہیں: یہ دلالت علی المطلوب کا ایسا انداز ہے جس کے بعد کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مسجد سے چٹائی پکڑاؤ میں نے کہا میں حائضہ ہوں۔ فرمایا:

''بے شک تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے''۔ (تمام محدثین سوائے بخاری[1])

اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کسی ایک بیوی کے پاس آتے وہ حائضہ ہوتی تو اپنا سر اس کی گود میں رکھ کر قرآن پڑھتے وہ حائضہ ہوتی پھر ہم میں سے ایک اٹھتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چٹائی مسجد میں رکھتی جب کہ وہ حائضہ ہوتی۔ (احمد اور نسائی نیز اس کے شواہد بھی کافی ہیں)[2]

غسل مستحب کی اقسام

یعنی وہ کہ جن کے کرنے پر مکلف کی مدح کی جائے گی اسے ثواب دیا جائے گا اور اگر انہیں چھوڑے تو اس پر کوئی ملامت نہ ہوگی اور نہ ہی سزا ہوگی، یہ کل چھے ہیں ہم انہیں ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

(۱) جمعہ کا غسل:

چونکہ جمعہ کا دن عبادت اور نماز کے لئے اکٹھے ہونے کا دن ہے لہٰذا شارع نے اس دن کے غسل کا حکم فرمایا ہے اور اس کی تاکید کی ہے تاکہ مسلمان اپنے اجتماع میں نظافت و پاکیزگی کی بہترین حالت میں ہوں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر محتلم پر

---

[1] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۴۲)

[2] مسند امام احمد (۶/۳۳۰) وسنن النسائی مع شرح السیوطی (۱/۱۴۷)

جمعہ کا غسل واجب ہے نیز مسواک بھی اور جس قدر میسر ہو خوشبو/ تیل لگانا بھی ضروری ہے''۔ (بخاری ومسلم[1]) محتلم سے مراد بالغ ہے جب کہ وجوب سے مراد اس کے استحباب کی تاکید ہے اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے بخاری نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے'' ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ بروز جمعہ خطبہ کے لئے کھڑے تھے۔ اصحاب نبی ﷺ میں سے اولین مہاجرین میں سے ایک شخص آیا وہ حضرت عثمانؓ تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں پکارا/ بلایا یہ کون سا وقت ہے؟ کہا میں مصروف ہو گیا تھا میں اپنے گھر تب لوٹا جب میں نے آذان سن لی تو میں وضو سے زیادہ کچھ نہ کر سکا۔ فرمایا: اور وضو بھی؟ جب کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ غسل کا حکم فرمایا کرتے تھے''[2]

امام شافعی نے فرمایا: جب حضرت عثمانؓ نے غسل کے لئے نماز کو نہ چھوڑا اور حضرت عمرؓ نے بھی غسل کے لئے نکل جانے کا حکم نہ دیا تو یہ اس بات کی دلیل ہو گئی کہ ان دونوں کو معلوم تھا کہ غسل کا حکم اختیاری ہے۔ غسل کے استحباب پر ایک کامل دلیل وہ روایت بھی ہے جسے مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جس نے وضو کیا تو اچھا وضو کیا پھر جمعہ کو آیا غور سے (خطبہ) سنا اور چپ رہا اس کے جمعہ سے جمعہ تک درمیان کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور تین دن مزید بھی''۔[3]

امام قرطبی اس حدیث سے استحباب پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وضو اور اس کے ساتھ والی چیز پر ثواب مرتب ہونے کا ذکر ہی درستگی کا

---

[1] صحیح مسلم مع شرح النووی (۲۷۹/۱)

[2] صحیح مسلم مع شرح النووی (۲۸۰/۱)

[3] صحیح مسلم مع شرح النووی (۲۸۳/۱)

تقاضا کرتا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وضو کافی ہے''۔

حافظ ابن حجر التلخیص[1] میں فرماتے ہیں جمعہ کے غسل کی عدم فرضیت پر جن روایات سے دلیل لی جاتی ہے ان میں یہ سب سے قوی دلیل ہے جب کہ مستحب کہنے کی بنیاد یہ ہے کہ غسل چھوڑ دینے پر کسی ضرر کا حصول لازم نہیں آتا۔ اگر اس کے چھوڑنے پر لوگوں کے لئے پسینہ، بدبو اور اس طرح کی بری چیزیں لازم آتیں تو غسل واجب ہوتا اور اس کو چھوڑنا حرام ہوتا۔ علماء کی ایک جماعت کا مذہب غسل جمعہ کا وجوب ہے گو کہ اس کے چھوڑنے پر کوئی تکلیف بھی لازم نہ آتی ہو۔ ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ ہر سات دنوں میں ایک دن غسل کرے جس میں وہ اپنا سر اور اپنا جسم دھوئے''۔[2]

انہوں نے اس متعلق آنے والی احادیث کو ان کے ظاہر پر محمول کیا ہے اور ان کے برخلاف ہر بات کا رد کیا ہے۔ غسل کا وقت طلوع فجر سے نماز جمعہ تک پھیلا ہوا گو کہ مستحب یہ ہے کہ وہ جانے کے متصل[3] غسل کرے۔ اگر غسل کے بعد انسان بے وضو ہو جائے تو اس کے لئے وضو ہی کافی ہوگا۔

اثرم فرماتے ہیں میں نے امام احمد سے سنا ان سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے غسل کر لیا تھا پھر بے وضو ہو گیا کیا اس کے لئے وضو کافی ہوگا؟ فرمایا: ہاں! اور اس متعلق ابن ابزیٰ کی حدیث سے بڑھ کر کوئی بات میں نہیں سنی تھی۔ امام احمد اس روایت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں

---

[1] اس سے مراد حافظ ابن حجر کی معروف کتاب التلخیص الحبیر ہے۔

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری (۳۸۲/۲) حدیث نمبر ۸۹۷۔

[3] مراد یہ ہے کہ جمعہ کے لئے جانے سے متصل پہلے غسل کرے۔

جسے ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح بطریق عبدالرحمٰن بن ابزی ان کے باپ سے بیان کیا ہے جو کہ صحابی رضی اللہ عنہ ہیں کہ وہ جمعہ کے دن غسل کرتے پھر (اگر) بے وضو ہو جاتے تو وضو کر لیتے اور دوبارہ غسل نہ کرتے نماز (جمعہ) سے فراغت پر غسل کا وقت ختم ہو جائے گا جس نے نماز کے بعد غسل کیا اس کا غسل جمعہ کے لئے نہ ہوگا اور نہ ہی اس کے کرنے والے کو دیئے گئے حکم کی ادائیگی کرنے والا شمار کیا جائے گا۔

اس کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم میں کوئی جمعہ کو آنے کا ارادہ کرے تو اسے غسل کرنا چاہیے''۔[1]

ابن عبدالبر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

(۲) عیدین کا غسل:

علماء نے عیدین کے لئے غسل کو مستحب رکھا ہے لیکن اس میں کوئی صحیح حدیث نہ آئی ہے۔ البدر المنیر والے نے لکھا ہے کہ عیدین کے غسل والی احادیث ضعیف ہیں۔ ہاں اس متعلق صحابہ سے بعض جید آثار ملتے ہیں۔

(۳) اس شخص کے لئے غسل جس نے میت کو نہلایا:

کثیر اہل علم کے نزدیک جس شخص نے میت کو نہلایا ہو اس کے لئے غسل کرنا مستحب ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے میت کو نہلایا وہ غسل کرے اور جس نے اس کو اٹھایا وہ وضو کرے''۔ (احمد، اصحاب السنن اور دیگر) [2]

آئمہ نے اس حدیث پر جرح کی ہے۔ علی بن المدائنی، احمد، ابن المنذر،

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۲/۳۵۶) حدیث نمبر (۸۷۷)

[2] مسند امام احمد (۲/۲۷۲) وسنن ابی داؤد (۳/۵۱۱) حدیث نمبر (۳۱۶۱)

رافعی وغیرہ فرماتے ہیں علماء حدیث نے اس متعلق کسی بات (حدیث) کو صحیح نہیں بتلایا۔ لیکن حافظ ابن حجر نے ہماری اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے کہ اسے ترمذی حسن اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ کثرت طرق کی وجہ سے اس حدیث کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ یہ حسن ہوگی۔

نووی نے ترمذی کی تحسین کا جو انکار کیا ہے اس پر اعتراض کیا گیا ہے۔ ذہبی فرماتے ہیں اس حدیث کے اطراف ان بہت ساری احادیث سے قوی تر ہیں جن سے فقہاء نے حجت پکڑی ہے۔ اس حدیث میں جو امر ہے وہ ندب پر محمول ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

''ہم میت کو نہلاتے تو ہم میں سے کوئی غسل کر لیتا اور کوئی غسل نہ کرتا''۔ (لخطیب بسند صحیح)

نیز حضرت اسماء بنت عمیس جب اپنے خاوند حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات پر غسل دے کر نکلیں تو انہوں نے وہاں موجود مہاجرین (صحابہ رضی اللہ عنہم) سے سوال کیا۔ کہا ''آج کا دن شدید سردی والا ہے جب کہ میں روزہ دار ہوں تو کیا مجھ پر غسل واجب ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں''۔[1]

(۴) احرام غسل:

جمہور کے نزدیک جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ کرے اس کے لئے غسل مندوب ہے کیونکہ حضرت زید بن ثابت کی حدیث ہے کہ ''انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احرام کے لئے جب پہلا لباس اتارا تو غسل کر لیا''۔

(دارقطنی، بیہقی، ترمذی انہوں نے اس کو حسن کہا ہے جب کہ عقیلی نے اسے ضعیف کہا ہے[2])

---

[1] مؤطا امام مالک (۲۳۲/۱) حدیث نمبر ۲۔ کتاب الجنائز۔

[2] جامع الترمذی حدیث نمبر ۸۳۰۔

(۵) دخول مکہ کا غسل:

جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس کے لئے غسل کرنا مستحب ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "وہ مکہ کی طرف نہ آتے جب تک ذی طوی میں رات نہ گزار لیتے صبح ہوتی پھر مکہ میں دن کو داخل ہوتے۔ وہ بیان کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے[1] (یہ لفظ مسلم کے ہیں، بخاری و مسلم)[2]

ابن المنذر فرماتے ہیں: جمیع علماء کے نزدیک دخول مکہ کے وقت غسل مستحب ہے۔ ان کے نزدیک اس کے چھوڑنے پر کوئی فدیہ نہ ہے جب کہ اکثر فرماتے ہیں: اس پر وضو ہی کافی ہوگا۔

(۶) وقوف عرفہ کا غسل:

حج میں جو شخص وقوف عرفہ کا ارادہ کرے اس کے لئے غسل کرنا مندوب ہے کیونکہ (مالک بن نافع کی بجائے مالک عن نافع زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے) مالک بن نافع نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے احرام کے لئے احرام باندھنے کے لئے غسل کرتے، اور مکہ میں داخل ہونے کے لئے اور عرفہ کی رات وہاں وقوف کے لئے"۔[3]

---

[1] شاید روایت سے غسل کے لفظ رہ گئے ہیں یا موجود نہ ہیں۔ (مترجم)

[2] صحیح مسلم مع شرح النووی (۲/۴۱۱، ۴۱۰)

[3] موطا امام مالک (۱/۳۲۲) حدیث نمبر ۲۔ کتاب الحج۔

ارکان غسل

شرعی غسل کی حقیقت دو باتوں کے بغیر پوری نہیں ہوتی۔

(۱) نیت:

کیونکہ یہی تو عبادت کو عادت سے الگ کرتی ہے۔ نیت محض ایک قلبی عمل کے بغیر کچھ نہ ہے۔ رہا وہ کہ جو اس متعلق بہت سے لوگوں نے رواج بنا لیا ہے اور انہوں نے اس کے الفاظ بنا لئے ہیں تو وہ بدعت ہے شرعی حکم نہ ہے اس کو چھوڑ دینا اور اس سے اعراض کرنا چاہیے۔ نیت کی حقیقت پر بات وضو میں گزر چکی ہے۔

(۲) تمام اعضاء کو دھونا:

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ (سورۃ المائدہ آیت ٦)

ترجمہ: ''اور اگر تم جنبی ہو تو غسل کر لیا کرو''۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت ٢٢٢)

''اور تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو وہ تو نجاست ہے سو ایام حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو''۔ (پاک ہو جائیں کا معنی غسل کر لیں ہے)

''پاک ہو جانے'' سے غسل کرنا مراد ہونے پر دلیل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے صریحاً واضح ہے کہ:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ.....الآية﴾ (سورۃ النساء آیت ٤٣)

ترجمہ ''مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ اور جنابت کی حالت میں بھی جب تک کہ غسل (نہ) کرلو''۔

جب کہ غسل کی حقیقت تمام اعضاء کو دھونا ہے۔

غسل کی سنتیں

غسل کرنے والے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے غسل کے طریقہ کو ملحوظ رکھنا مسنون ہے لہٰذا وہ شروع کرے گا تو:

(اول):

اپنے ہاتھ تین مرتبہ دھوئے گا۔

(دوم):

پھر اپنی شرم گاہ کو دھوئے گا۔

(سوم):

پھر کامل وضو کرے گا جیسے نماز کے لئے وضو ہوتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پاؤں دھونا، غسل کے تمام ہونے تک مؤخر کردے۔ اگر وہ سلفچی وغیرہ سے یہ دھو رہا ہو۔

(چہارم):

پھر اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہائے گا ساتھ بالوں کا خلال بھی ہوتا کہ پانی ان کی جڑوں تک پہنچے۔

(پنجم):

پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہائے گا۔ دائیں طرف پہلے پھر بائیں طرف۔ ساتھ ساتھ دونوں بغلوں، کانوں اور ناف کے اندرون اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے اور بدن کے جس حصہ کو ملنا ممکن ہو اسے مل لے۔ ان سب کی دلیل حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے:

"بے شک نبی ﷺ جب جنابت سے غسل کرتے تو شروع میں اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر اپنے دائیں سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے تو اپنی شرم گاہ کو دھوتے پھر اپنا نماز والا وضو کرتے پھر پانی لیتے اور انگلیوں کو بالوں کی جڑوں میں داخل کرتے حتیٰ کہ جب دیکھتے کہ آپ ﷺ نے پاک کرلیا ہے[1] اپنے سر پر تین چلو ڈالتے پھر اپنے تمام جسم پر پانی بہاتے"۔[2]

اور ان دونوں کی ایک روایت میں ہے "پھر اپنے ہاتھوں سے بالوں کا خلال کرتے حتیٰ کہ جب یقین ہوتا کہ آپ ﷺ نے اپنے چمڑے کو تر کرلیا ہے اس پر تین مرتبہ پانی بہاتے"۔[3] ان دونوں میں ان (عائشہ رضی اللہ عنہا سے) ہی روایت ہے فرماتی ہیں: "جب رسول اللہ ﷺ غسل جنابت کرتے تو حلاب[4] کی طرح کوئی چیز منگواتے اسے اپنی ہتھیلی میں لیتے تو اپنے سر کی دائیں طرف پہلے ڈالتے پھر بائیں طرف پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں میں لیتے تو انہیں اپنے سر پر الٹا لیتے"۔[5] حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں:

"میں نے نبی ﷺ کے لئے پانی رکھا کہ آپ ﷺ اس سے غسل کریں تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر ڈالا انہیں دو یا تین مرتبہ دھویا پھر اپنے دائیں کے ذریعے بائیں ہاتھ پر ڈالا تو اپنی شرم گاہ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو

---

[1] یعنی پانی جلد تک پہنچ گیا۔

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۶۰) حدیث نمبر ۲۴۸۔

[3] روایت میں آمدہ لفظ حلاب کا معنی پانی ہے۔

[4] صحیح بخاری مع فتح الباری حوالہ مذکور۔

[5] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۶۹) حدیث نمبر ۲۵۸۔

زمین پر ملا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنے چہرے اور بازوؤں کو دھویا پھر اپنے سر کو تین دفعہ دھویا پھر اپنے جسم پر پانی بہایا پھر اس جگہ سے ہٹ گئے تو اپنے پاؤں کو دھویا[1] فرماتی ہیں: پھر میں آپ ﷺ کے پاس ایک کپڑا لائی تو آپ ﷺ نے اس کا ارادہ نہ کیا۔[2] اور اپنے ہاتھ سے پانی جھاڑنے لگے۔ (اسے سب نے روایت کیا ہے۔[3])

عورت کا غسل

عورت کا غسل مرد کے غسل کی طرح ہے۔ ہاں عورت پر واجب نہ ہے کہ وہ اپنی مینڈھی کھولے بشرطیکہ پانی بالوں کی جڑوں کو پہنچ جائے کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ ایک عورت نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں ایسی عورت ہوں کہ اپنے سر کی مینڈھیاں مضبوط باندھتی ہوں کیا میں اسے (غسل) جنابت پر کھولوں؟ فرمایا تیرے لئے بس یہی کافی ہے کہ تو اس پر تین لپ پانی ڈالے پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہائے پس جب تو (ایسا کرے گی تو) تو پاک ہو جائے گی'' (احمد، مسلم اور ترمذی نیز وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے[4]) حضرت عبید بن عمیر

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۷۵) حدیث نمبر ۲۶۵۔

[2] نسخہ یردھا میں یا پر پیش اور راء پر زبر ہے یا ارادۃ سے ہے نہ کہ رد سے۔ جیسا کہ بخاری کی دیگر روایت میں ہے (ترجمہ) پھر میں آپ کے پاس رومال لائی تو آپ ﷺ نے وہ واپس کر دیا مترجم کہتا ہے دونوں روایتوں کا مفہوم ایک ہی ہے اور اپنے ہاتھ کے ساتھ پانی جھاڑنے لگے'' مترجم کہتا ہے دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔

[3] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۷۵) حدیث نمبر ۲۶۶۔

[4] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۴۵) [illegible]

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر ملی کہ عبداللہ بن عمرو[1] عورتوں کو حکم دیتے ہیں جب وہ غسل کریں تو اپنے سروں (کی مینڈھیوں) کو کھولا کریں فرماتی ہیں ابن عمر پر تعجب ہے کہ وہ عورتوں کو بوقت غسل مینڈھاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں وہ انہیں یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ وہ اپنے سر منڈوا دیں۔ البتہ تحقیق میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔ میں اپنے سر پر تین لپیں ڈالنے سے زیادہ کچھ نہ کرتی تھی''۔[2]

جب عورت حیض یا نفاس سے غسل کرے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ روئی وغیرہ کا ایک ٹکڑا لے اس پر کستوری یا خوشبو مل لے پھر خون کے نشان پر اسے پھیر دے تا کہ جگہ پاک ہو جائے اور اس سے خون کی مکروہ بو جاتی رہے۔ لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل حیض کے متعلق سوال کیا فرمایا: ''تم میں سے ایک اپنا پانی اور بیری کے پتے لے لے پھر وضو کرے تو اچھا وضو کرے[3] پھر اپنے سر پر پانی ڈالے تو اسے سخت/اچھی طرح ملے حتیٰ کہ سر (کے بالوں) کی جڑوں تک پہنچے پھر اس پر پانی بہادے پھر ایک کستوری والا ٹکڑا پکڑے تو اس سے صاف کرلے۔ اسماءؓ نے کہا اس کے ساتھ کس طرح صاف کرے؟ فرمایا: سبحان اللہ تو اس کے ساتھ صاف کرلے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں گویا کہ انہوں نے آہستہ سے انہیں بتا دیا ہے کہ اس کو خون کے نشان پر پھیر لے اور انہوں نے

---

[1] اس سے مراد ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں نہ کہ ابن عمرو نہ ہیں جیسے کہ آگے آ رہا ہے

[2] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۴۵)

[3] تطهر فتحسن الطهور سے مراد ہے وہ اچھی طرح وضو کرلے، شؤون راسها سے مراد بالوں کی جڑیں ہیں۔ فرصة ممسكة پہلے حرف پر زیر اگلا ساکن یعنی روئی یا اون کا ٹکڑا جس کو کستوری لگی ہو۔ تخفی ذالك کا مطلب ہے کہ وہ یہ بات آہستہ سے ان کے ساتھ کرتی تھیں۔

آپ ﷺ سے غسل جنابت کے متعلق بھی پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنا پانی لے لو اس سے وضو کرو تو اچھی طرح یا کامل طریقہ سے وضو کرو پھر اپنے سر پر پانی ڈالو تو اسے ملو حتیٰ کہ وہ بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر اس پر پانی بہادو" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں انصار کی عورتیں بہت اچھی عورتیں ہیں کہ انہیں دین کی بات سمجھنے میں حیاء مانع نہیں ہوتا"۔ (اسے سوائے ترمذی کے سب نے روایت کیا ہے)[1]

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۴۱۴) حدیث نمبر ۳۱۴۔ بخاری میں یہ روایت مختصر ہے جبکہ مفصل روایت مسند امام احمد میں ہے دیکھیے (۶/۱۴۷)

غسل کے متعلق چند مسائل

(۱) حیض اور جنابت، جمعہ اور عید نیز جنابت اور جمعہ کے لئے ایک ہی غسل کافی ہوگا بشرطیکہ[۱] دونوں کی نیت کرلے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''ہر آدمی کے لیے وہی جس کی اس نے نیت کی''۔

(۲) اگر آدمی نے غسل جنابت کیا جب کہ اس نے وضو نہ کیا ہوا تھا تو غسل وضو کی جگہ بھی لے لے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ غسل کے بعد وضو نہ کرتے تھے''۔[۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے ایک آدمی سے کہا جس نے آپ رضی اللہ عنہما سے عرض کیا تھا کہ ''میں غسل کے بعد وضو کرتا ہوں۔ تو آپ رضی اللہ عنہما نے اسے فرمایا: تو تو بہت گہرائی میں چلا گیا۔

ابو بکر بن العربی فرماتے ہیں: علماء کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ وضو غسل میں داخل ہے نیز جنابت سے پاکیزگی کی نیت بے وضو سے پاک کی نیت بھی ہو جائے گی اور اسے پورا کر دے گی کیونکہ بے وضو کے موانع سے جنابت کے موانع زیادہ ہیں لہٰذا اقل اکثر کی نیت میں داخل ہوگیا اور اس کی طرف[۳] سے اکبر کی نیت ہی کافی ہوگی۔

---

۱ اصل عبارت میں واؤ ی نوی الکل ہے لیکن بغیر واؤ کے عبارت زیادہ درست ہوسکے گی۔

۲ سنن ابی داؤد (۱/۱۷۳) حدیث نمبر ۲۵۰۔ وسنن ابن ماجہ (۱/۱۹۱) حدیث نمبر ۵۷۹۔

۳ گزشتہ عبارت کی مناسبت سے اکبر کی بجائے اکثر کا لفظ زیادہ مناسب تھا لیکن اصل عبارت میں اسی طرح ہے۔

(۳) جنبی اور حائض کے لئے بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، بازار کی طرف جانا اور دیگر کام بغیر کسی کراہت کے جائز ہیں۔ عطاء فرماتے ہیں جنبی سینگی لگوا سکتا ہے وہ اپنے ناخن کاٹ سکتا ہے اور سر منڈوا سکتا ہے گو کہ اس نے وضو نہ بھی کیا ہو۔[1]

(۴) حمام میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ داخل ہونے والا دوسروں کی پردے کی جگہیں دیکھنے سے بچ سکے اور لوگ اس کی پردے کی جگہ نہ دیکھ سکیں۔[2]

امام احمد فرماتے ہیں:

''اگر تمہیں معلوم ہو کہ حمام میں موجود ہر فرد پر ازار بند ہے تو تم داخل ہو جاؤ ورنہ مت داخل ہو۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے: ''مرد مرد کی پردے کی جگہ نہ دیکھے اور عورت عورت کی پردے کی جگہ نہ دیکھے''۔[3] حمام میں اللہ کے ذکر پر کوئی حرج نہ ہے بے شک اللہ کا ذکر ہر حال میں اچھا ہے جب تک کہ اس پر ممانعت کی کوئی دلیل نہ آ جائے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات حالات میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

(۵) گرمی ہو یا سردی غسل اور وضو پر اعضاء کو رومال وغیرہ سے خشک کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(۶) عورت نے غسل کیا ہو تو اس کے بچے ہوئے پانی سے مرد کے لئے غسل کرنا جائز ہے اور اس کے برعکس بھی۔ نیز ان دونوں کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ ایک برتن سے اکٹھے غسل کریں۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی ﷺ کی کسی بیوی نے ایک ٹب میں سے غسل کیا نبی ﷺ اس سے وضو کرنے کے لئے یا غسل کے لئے آئے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو جنبی تھی آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۹۱) باب الجنب یخرج ویمشی الخ.........

[2] سنن ابی داود (۴/۳۰۲) حدیث نمبر ۴۰۱۱۔

"بے شک پانی جنبی نہیں ہوتا"۔[1]

وہ کہتے ہیں کہ یہ حسن صحیح ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک برتن سے غسل کیا کرتی تھیں آپ ﷺ ان سے پانی جلدی لیتے اور وہ آپ ﷺ سے جلدی لیتیں حتیٰ کہ آپ ﷺ ان سے کہتے:

"میرے لئے بھی چھوڑ دو اور وہ آپ ﷺ سے کہتیں کہ میرے لئے بھی چھوڑ یئے"[2]

(۷) لوگوں کے درمیان[3] ننگے غسل کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ پردے کی جگہ کو کھولنا حرام ہے اگر کسی کپڑے وغیرہ سے ستر ڈھانپ رکھا ہو تو حرج نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک کپڑے سے ڈھانپ/پردہ کر رہی تھیں جب کہ آپ ﷺ غسل کر رہے تھے۔[4] اگر وہ لوگوں کی آنکھوں سے دور ننگے غسل کرے تو کوئی ممانعت نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ننگے غسل کیا تھا۔[5] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ایک دفعہ حضرت ایوب علیہ السلام ننگے غسل کر رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں حضرت ایوب علیہ السلام انہیں اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں آواز دی" اے ایوب علیہ السلام جو تم دیکھ رہے کیا میں نے تمہیں اس سے بے پرواہ نہیں کر دیا؟ کہا: تیری عزت کی قسم کیوں نہیں! لیکن میرے لئے تیری برکت سے تو بے پروائی نہیں ہے"۔[6]

---

[1] جامع الترمذی (۱/۹۴) حدیث نمبر (۶۵)

[2] مراد یہ کہ پیغمبر ﷺ حضرت عائشہؓ سے کہتے کہ میرے لئے پانی باقی رکھو اور وہ بھی ایسے ہی کہتیں۔

[3] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۴۸)

[4] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۸۷) حدیث نمبر ۲۸۰۔

[5] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۸۵) حدیث نمبر ۲۸۷۔

[6] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۳۸۷) حدیث نمبر ۲۷۹۔

تیمّم

(۱) اس کی تعریف:

تیمّم کا لغوی معنی قصد ہے اور یہ شرعاً نماز وغیرہ کو مباح کرنے کی نیت سے چہرے اور ہاتھوں پر پھیرنے کے لئے مٹی کا قصد ہے۔

(۲) اس کے مشروع ہونے کی دلیل:

اس کی مشروعیت کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ کتاب اللہ سے دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ، أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ، أَوْلَامَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَآءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾

(سورة النساء، آیت ۴۳)

''اور اگر تم بیمار یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلا سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی لو اور منہ اور ہاتھوں کا مسح (کرکے تیمّم) کرلو۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے''۔

سنت سے دلیل حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمام زمین میرے لئے اور میری امت کے لئے مسجد اور پاک بنا دی گئی ہے۔ تو جہاں کہیں میری امت کے کسی آدمی کو نماز کا وقت آ جائے تو اس

کے پاس اس کی پاکیزگی ہے۔"[1]

رہا اجماع تو مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ خاص حالات میں غسل اور وضو کے بدلے تیمم کر لینا مشروع ہے۔

(۳) اس امت کے لئے یہ خاص ہونا:

یہ ان خصوصیات میں سے ہے جو اللہ نے اس امت کو خاص عطا فرمائی ہیں۔

لہٰذا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو نہیں دی گئیں:

•(۱) ایک ماہ کی مسافت تک رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔

(۲) میرے لئے زمین سجدہ گاہ اور پاک بنا دی گئی ہے لہٰذا میری امت کے جس شخص کو نماز کا وقت ہو جائے تو وہ نماز پڑھ لے۔

(۳) میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں جب کہ مجھ سے قبل کسی کے لئے حلال نہ کی گئی تھیں۔

(۴) مجھے شفاعت عطاء کی گئی ہے اور

(۵) نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جب کہ میں سب لوگوں کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔"[2]

(۴) اس کی مشروعیت کا سبب:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں فرماتی ہیں:

"ہم کسی سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے جب ہم بیداء میں پہنچے میرا ہار ٹوٹ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاش پر ٹھہر گئے لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہر گئے۔ وہ پانی کے

---

[1] مسند امام احمد (۲۵۶/۵)

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری (۴۳۵،۴۳۶/۱) حدیث نمبر ۳۳۵۔

قریب نہ تھے اور نہ ہی ان کے پاس پانی موجود تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ کہنے لگے کیا آپ نہیں دیکھتے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر (سر رکھ کر) سوئے ہوئے تھے انہوں نے مجھے ڈانٹا اور جو کچھ اللہ نے چاہا وہ مجھے کہتے گئے وہ اپنے ہاتھ سے میرے پہلو پر مارنے لگے مجھے ہلنے سے یہی بات روک رہی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میری ران پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے رہے حتیٰ کہ بغیر پانی کے صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت آتاردی لہٰذا انہوں نے تیمّم کر لیا۔[1] حضرت اسید بن حضیر نے کہا:

"اے ابوبکر کی آل! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے (یعنی یہ تمہارے لیے پہلی برکت نہیں ہے کیونکہ تمہاری برکتیں بہت ہیں)۔ فرماتی ہیں جس اونٹ پر میں تھی ہم نے اسے اٹھایا تو ہم نے اس کے نیچے ہار پالیا"۔ (اسے سوائے ترمذی کے سب نے روایت کیا ہے)[2]

(۵) اس کو مباح کرنے والے اسباب:

محدث حدث اکبر والا ہو یا اصغر والا اس کے لئے حضر اور سفر میں تیمم مباح ہے۔ جب وہ درج ذیل اسباب میں سے کوئی سبب پائے:

(۱) جب کسی کو پانی نہ ملے لیکن اتنا کہ جو طہارت کے لئے کافی نہ ہو:

کیونکہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی اچانک ایک آدمی الگ نظر آیا۔ فرمایا:

"تجھے نماز پڑھنے سے کس نے روکا؟"

---

[1] روایت میں آمدہ لفظ "ما" کا معنی لیس ہے۔

[2] صحیح بخاری مع فتح الباری (۴۳۱/۱) حدیث نمبر ۳۳۴۔

''کہا مجھے جنابت پہنچی تھی اور پانی نہ تھا۔ فرمایا: تجھ پر پاک مٹی لازم ہے وہ تجھے کفایت کرے گی''۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مٹی اس شخص کا وضو ہے جو پانی دس (۱۰) سال تک نہ پائے''۔

(اصحاب سنن اور ترمذی کہتے یہ حدیث حسن صحیح ہے)[2]

لیکن تیمّم سے پہلے آدمی پر لازم ہے کہ وہ اپنے قافلے والوں سے یا دوستوں سے یا عام طور پر جو قریب مقام ہو وہاں سے پانی تلاش کرے۔ اگر اسے یقین ہو جائے کہ پانی نہیں ہے یا اس سے دور ہے تو اس پر تلاش لازم نہیں رہتی۔

(ب) جب کسی شخص کو زخم یا مرض ہو:

پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جانے یا دیر سے درست ہونے کا اندیشہ ہو۔ یہ بات اسے تجربے/ اندازے سے معلوم ہو یا کسی معتبر طبیب نے بتائی ہو۔ کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں: ہم ایک سفر میں نکلے ہم میں سے ایک آدمی کو پتھر لگ گیا اس نے اس کا سر زخمی کر دیا پھر اسے احتلام ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا تم میرے لئے تیمّم کی رخصت پاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم تمہارے لئے رخصت نہیں پاتے جب کہ تم پانی پر قدرت رکھتے ہو۔ تو اس نے غسل کر لیا لہٰذا وہ مر گیا۔ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انہوں نے اسے مار دیا اللہ انہیں مارے۔ اگر انہیں معلوم نہ تھا تو انہوں نے سوال کر لیا ہوتا عیی کی شفاء تو سوال ہے اس کو بس یہی کافی تھا کہ وہ تیمّم کرتا اور (یا) وہ اپنے زخم پر کوئی پٹی لپیٹ لیتا پھر اس پر ہاتھ پھیر لیتا اور (باقی)

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۴۴۷)

[2] مسند امام احمد (۵/۱۵۵) وجامع الترمذی (۱/۲۱۲) حدیث نمبر ۹۲۔

سب جسم دھو لیتا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی اور ابن السکن نے اسے صحیح کہا ہے) [1]

(ج) جب پانی سخت ٹھنڈا ہو:

اور اس کو گمان غالب ہو کہ اگر اس نے استعمال کیا تو اسے نقصان پہنچے گا بشرطیکہ وہ اسے گرم نہ کر سکتا ہو گو کہ اجرت دے کر ہی یا اس کے لئے حمام میں جانا میسر نہ ہو۔ کیونکہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب انہیں غزوہ ذات السلاسل میں بھیجا گیا۔ فرماتے ہیں ایک رات شدید سردی تھی کہ مجھے احتلام ہو گیا۔ مجھے ڈر/ اندیشہ ہوا کہ اگر میں غسل کروں تو ہلاک ہو جاؤں گا پھر میں نے اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ جب ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا فرمایا: ''اے عمرو تو نے جنبی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھادی؟ میں نے کہا مجھے اللہ عزوجل کا فرمان یاد آ گیا تھا:

''تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے''

لہٰذا میں نے تیمم کر لیا پھر نماز پڑھائی تو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے اور کچھ نہ کہا'' (احمد، ابوداؤد، حاکم، دارقطنی، ابن حبان جب کہ بخاری نے اسے معلق بیان کیا ہے) [2] اس میں اقرار ہے۔ جب کہ اقرار حجت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باطل پر اقرار نہیں کرتے۔

(د) جب پانی تو اس کے قریب ہو لیکن اسے (استعمال کی صورت میں) اپنی جان، عزت یا مال کا ڈر ہو۔ ہمراہیوں کے چھوٹ جانے کا ڈر ہو۔ یا اس کے اور پانی کے درمیان دشمن ہو جس کا ڈر ہو وہ دشمن انسان ہو یا کوئی اور۔ یا وہ جیل میں ہو یا پانی نکال سکنے سے عاجز ہو کیونکہ رسی اور ڈول وغیرہ آلات موجود نہیں۔ ان حالات میں پانی کا

---

[1] سنن ابی داؤد (۱/۲۴۰، ۲۲۹) حدیث نمبر ۳۳۶۔

[2] مسند امام احمد (۴/۲۰۳) امام بخاری نے اسے معلق اور مختصر بیان کیا ہے دیکھئے صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۴۵۴) باب نمبر ۷۔ کتاب التیمم۔

وجود اس کے عدم کی طرح ہے۔

اسی طرح اگر وہ غسل کرے تو بری آدمی پر الزام آنے کا ڈر ہو[1] یا نقصان کا اندیشہ ہو تو تیمّم جائز ہوگا۔

(ہ) فی الوقت یا انجام کار اسے پانی کی حاجت ہو اس نے پینا ہو یا کسی اور نے پینا ہو گوکہ وہ کتا ہی ہو جو باؤلا نہ ہو۔ یا اسے آٹا گوندھنے کی ضرورت ہو یا پکانے کی یا ایسی نجاست زائل کرنے کی ضرورت ہو جس کی معافی نہیں تو وہ شخص تیمّم کرلے گا اور اپنے ساتھ جو پانی ہے اسے محفوظ کرلے گا۔ امام احمد نے فرمایا: متعدد صحابہ نے تیمّم کیا ہے اور اپنے پینے کے لئے پانی رکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ اس شخص کے متعلق فرماتے ہیں جو سفر میں ہو اسے جنابت ہوجائے اور اس کے پاس تھوڑا سا پانی ہو اسے پیاسا رہ جانے ڈر ہو تو وہ تیمّم کرلے گا اور غسل نہیں کرے گا۔[2]

ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

> جو شخص حقن ہو اور اس کے پاس پانی نہ ہو تو وہ اپنا وضو بچا کے رکھے اور بحالت حقن نماز پڑھے۔[3] اس سے بہتر یہ ہے کہ وہ تیمّم کرلے اور بغیر حقن کے نماز پڑھے۔

(و) جب کوئی پانی کے استعمال پر قادر ہو لیکن اسے وضو یا غسل میں استعمال میں وقت نکل جانے کا ڈر ہو تو وہ تیمّم کرے گا اور نماز پڑھے گا اس پر نماز کو دہرانا واجب نہ ہوگا۔

---

[1] جیسے دوست اپنے شادی شدہ دوست کے پاس رات گزارے اور اسے جنابت (احتلام) ہوجائے۔

[2] بایں الفاظ یہ روایت ہمیں دارقطنی میں نہیں ملی اس مفہوم کی روایت حضرت علی سے ہے لیکن اس میں ''پیاس'' کا ذکر نہ ہے۔ دیکھئے: سنن الدارقطنی (۱/۱۸۶) حدیث نمبر ۵۔

[3] حقن کا معانی پیشاب روکنا ہے۔ بعض لوگوں کو مرض لاحق ہوتا ہے تو وضو بچانے کے لیے پیشاب روکے رکھے اس حوالہ سے مسئلہ کا بیان ہے۔

(٦) وہ مٹی جس کے ساتھ تیمم کیا جائے:

پاک (مٹی) تراب کے ساتھ تیمم جائز ہے نیز ہر اس چیز کے ساتھ بھی جو زمین کی جنس سے ہو جیسے ریت، پتھر اور چونا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''تم صعید طیب کے ساتھ تیمم کرلو''[1] اہل لغت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صعید روئے زمین کو کہتے ہیں وہ مٹی ہو یا کچھ اور''۔

(٧) تیمم کی کیفیت:

تیمم کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ پہلے نیت کرے[2] اس حوالہ سے ''وضو'' میں بات گزر چکی ہے[3] پھر اللہ تعالیٰ کا نام (بسم اللہ) پڑھے، اپنے دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارے ان کو اپنے چہرے اور ہاتھوں پر پہنچوں تک پھیر لے۔ اس متعلق حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صحیح ترین اور صحیح ترین کوئی حدیث نہیں آتی۔ وہ فرماتے ہیں: ''میں جنبی ہوا تو میں مٹی میں لیٹ گیا[4] اور میں نے نماز پڑھ لی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تجھے اس طرح کرلینا ہی کافی تھا'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر مارا ان میں پھونک ماری پھر ان دونوں کو اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر پھیر لیا''۔[5] دیگر الفاظ ہیں'' تجھے یہی کافی تھا کہ تو اپنی ہتھیلیوں پر پہنچوں تک پھیر لیتا''۔[6] تو اس حدیث میں ایک ضرب پر اکتفاء آیا ہے نیز ہاتھوں پر

---

[1] سورۃ النساء، آیت: ٤٣۔

[2] یہ تیمم میں بھی فرض ہے۔

[3] یعنی بتایا گیا ہے کہ دل کا ارادہ اس کے الفاظ کی ادائیگی بدعت ہے۔

[4] تمعکت وزناً اور معنیً تمرغت ہے۔

[5] صحیح بخاری مع فتح الباری (١/٤٤٣) حدیث نمبر ٣٣٨۔

[6] سنن الدارقطنی مع التعلیق المغنی (١/١٨٣)

پھیرنے میں ہتھیلیوں پر اکتفاء آیا ہے۔ جو شخص مٹی سے تیمم کرے اس کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو جھاڑے۔ ان دونوں میں پھونک مارے، اس سے اپنے چہرے پر مٹی نہ مل لے۔

(۸) تیمم کے ساتھ مباح ہوتا ہے:

پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم وضو اور غسل کا بدل ہے اس کے ساتھ وہ چیزیں مباح ہو جائیں گی جو ان دونوں کے ساتھ مباح ہوتی ہیں یعنی نماز، قرآن کا چھونا وغیرہ۔ اس کے درست ہونے کے لئے وقت کا دخول ضروری نہ ہے۔ تیمم کرنے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ ایک تیمم کے ساتھ جتنے فرائض اور نوافل چاہے پڑھ لے۔ اس کا حکم برابر برابر وضو کے حکم کی طرح ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"بے شک مٹی مسلمان کا وضو ہے گو کہ وہ دس سال پانی نہ پائے جب اسے پانی مل جائے تو وہ اپنے جسم کو لگائے بے شک یہ بہتر ہے"۔

(احمد، ترمذی اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)[1]

(۹) اس کے نواقض توڑنے والے:

تیمم کو ہر وہ چیز توڑتی ہے جو وضو کو توڑتی ہے کیونکہ یہ اس کا بدل ہے اسی طرح جس کے پاس پانی نہ تھا مل گیا تو تیمم ٹوٹ جائے گا نیز جو استعمال سے عاجز تھا وہ اگر قدرت پالے تو بھی ٹوٹ جائے گا۔ لیکن اگر آدمی تیمم سے نماز پڑھ چکا پھر اسے پانی ملا یا نماز سے فراغت کے بعد وہ اس کے استعمال پر قادر ہوا تو اس پر نماز کو دہرانا واجب نہ ہوگا گو کہ وقت باقی ہی ہو۔ لہٰذا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

---

[1] اس کی تخریج کے پیچھے گزری ہے دیکھئے مسند امام احمد (۵/۱۵۵) وجامع الترمذی (۱/۲۱۲) حدیث نمبر ۹۶۔

فرماتے ہیں:

دو آدمی سفر پر نکلے نماز کا وقت ہوگیا ان کے پاس پانی نہ تھا ان دونوں نے پاک مٹی سے تیمم کرلیا اور نماز پڑھ لی پھر وقت میں ہی پانی مل گیا ان میں سے ایک نے نماز اور وضو کو دہرایا جب کہ دوسرے نے نہ دہرایا۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے آپ ﷺ سے یہ ذکر کیا۔

جس نے نہ دہرایا تھا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

''تو نے سنت کو پالیا اور تیری نماز تجھے کافی ہے''۔

جس نے وضو کیا اور نماز دہرائی تھی آپ ﷺ نے اس سے فرمایا'' تیرے لئے دو مرتبہ اجر ہے''۔[1] اگر کوئی شخص نماز میں داخل ہونے کے بعد اور اس سے فارغ ہونے سے پہلے پانی پالے اور اس کے استعمال پر قادر ہو جائے تو اس کا وضو[2] ٹوٹ جائے گا اور اس پر پانی سے وضو واجب ہوگا کیونکہ حضرت ابوذر کی پچھلی حدیث میں گزر چکا ہے۔[3] تیمّم کو مباح کرنے والے اسباب میں سے کسی سبب سے جنبی یا حائض تیمّم کرلے اور نماز پڑھ لے اس پر نماز دہرانا واجب نہ ہوگا اور جب وہ پانی کے استعمال پر قادر ہو اس پر غسل واجب ہوجائے گا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے سلام پھیرا اچانک ایک آدمی الگ نظر آیا جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہ پڑھی تھی۔ فرمایا: اے فلان! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے؟

اس نے کہا مجھے جنابت پہنچی اور میں نے پانی نہ پایا۔ فرمایا: تجھ پر مٹی لازم

---

[1] سنن ابی داؤد (۲۴۱/۱) حدیث نمبر ۳۳۸۔ وسنن النسائی مع شرح السیوطی (۲۱۳/۱)

[2] کتاب کے نسخوں میں وضو کا لفظ ہے لیکن یہاں تیمم کا لفظ مناسب ہے۔

[3] جس کی تخریج دو مرتبہ گزر چکی ہے۔

ہے بے شک وہ تجھے کافی ہے۔ پھر عمران[1] فرماتے ہیں انہوں نے بعد میں پانی پالیا تو رسول اللہ ﷺ نے جس شخص کو جنابت پہنچی تھی اسے پانی کا ایک برتن دیا اور فرمایا:

"لے جا اور اسے اپنے اوپر بہالے"۔[2]

پٹی وغیرہ پر مسح

جبیرۃ/پٹی اور عصابہ پر مسح کی مشروعیت: (۱)

پٹی وغیرہ چیزیں جن سے مریض کا عضو باندھا گیا ہو اس پر مسح کرنا مشروع ہے کیونکہ اس کے متعلق بہت سی احادیث آئی ہیں گو ضعیف ہیں لیکن ان کی سندیں ایک دوسرے کو قوت دیتی ہیں اور انہیں مشروعیت پر استدلال کے قابل بنا دیتی ہیں ان احادیث میں سے حضرت جابر کی حدیث ہے کہ: ایک آدمی کو پتھر لگ گیا اس نے اس کے سر میں زخم لگا دیا پھر اسے احتلام ہو گیا اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا تم میرے لئے تیمم کی رخصت نہیں پاتے ہو؟ انہوں نے کہا جب تم پانی پر قادر ہو تو ہم تیرے لئے رخصت نہیں پاتے۔ لہٰذا اس نے غسل کیا تو وفات پا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے آپ ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"انہوں نے اسے مار دیا اللہ انہیں مارے۔ اگر وہ جانتے نہ تھے تو انہوں نے کیوں نہ پوچھ لیا؟ عی[3] کی شفاء سوال ہے۔ اسے تو یہی کافی تھا کہ تیمم کرتا اور پٹی باندھتا"۔ اپنے زخم پر پٹی لیتا پھر اُس پر ہاتھ پھیرتا اور سارے جسم کو دھو لیتا۔

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۴۴۸، ۴۴۷) حدیث نمبر ۳۴۴۔

[2] عصابہ اور جبیرہ ہم معنی ہیں۔

[3] عی کا معنی لاعلمی ہے۔

پھر اس پر ہاتھ پھیرتا اور سارے جسم کو دھو لیتا''۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی اور ابن السکن نے اسے صحیح کہا ہے) [1]

مسح کا حکم:

پٹی پر مسح کا حکم وجوب کا ہے وضو میں بھی غسل میں بھی۔ یہ مریض کے عضو کو دھونے یا اس پر مسح کا بدل ہوگا۔

مسح کب واجب ہوتا ہے:

جس کو زخم یا چوٹ ہو وہ وضو یا غسل کا ارادہ کرے اس پر اپنے اعضاء کو دھونا واجب ہوگا گو کہ اس کے لئے پانی گرم کرنا پڑے۔ اگر مریض کے عضو کو دھونے پر نقصان کا ڈر ہو کہ اس کے دھونے سے کوئی نیا مرض لگ جائے یا درد بڑھ جائے یا دیر سے شفاء ہوگی تو اس کا فرض عضو مریض کو پانی سے دھونے کی طرف منتقل ہو جائے گا اگر اس پر ہاتھ میں نقصان کا اندیشہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے زخم پر پٹی باندھ لے یا اپنی ٹوٹی جگہ پر لکڑیاں (اور اوپر پٹی) باندھ لے۔ وہ اس انداز میں ہو کہ عضو مریض سے زائد صرف باندھنے کی ضرورت کی وجہ سے ہی ہو۔

پھر اس پر ایک مرتبہ عام مسح کرلے گا۔ جبیرہ یا عصابہ کے باندھنے میں یہ شرط نہیں کہ پہلے وضو کیا ہو۔ نہ اس میں کسی وقت کا کچھ تعین ہے۔ بلکہ ہمیشہ وضو اور غسل میں آدمی اس پر مسح کرتا رہے گا جب تک وہ عذر قائم رہے۔

مسح کو باطل کرنے والی چیزیں:

پٹی پر مسح باطل ہو جائے گا جب اسے اس کی جگہ سے کھینچ لیا جائے یا درست ہو کر وہ اپنی جگہ سے گر جائے یا اس کی جگہ ہی ٹھیک ہو جائے گو کہ وہ نہ بھی گری ہو۔

---

[1] سنن ابی داؤد (۱/۲۴۰، ۲۳۹) حدیث نمبر ۳۳۶۔
وسنن الدارقطنی مع التعلیق المغنی (۱/۱۹۰، ۱۸۹)

اس شخص کی نماز جس کو دونوں طہارتیں نہ ملیں:

جس کے پاس بہرصورت پانی اور مٹی نہ ہو وہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے گا اور اس پر دہرانا واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت اسماء سے عاریتاً ایک ہار لیا وہ گم ہوگیا۔ لوگوں کو نماز نے پالیا انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی تو تیمم کی آیت اتری۔ حضرت اسید بن حضیر نے کہا اللہ تجھے اچھی جزاء دے۔ اللہ کی قسم تجھ پر جب بھی کوئی معاملہ پیش آیا ہے اللہ نے اس میں تیرے لئے نکلنے کی راہ بنائی اور مسلمانوں کے لئے اس میں برکت دی''۔ جو چیز ان صحابہ کے لئے طہارت بنائی گئی تھی انہوں نے جب اسے نہ پایا تو انہوں نے نماز پڑھ لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر رد نہ کیا اور نہ ہی ان کو دہرانے کا حکم دیا۔[1] نووی فرماتے ہیں: بلحاظ دلیل یہ قوی ترین قول ہے۔[2]

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۴۳۱) حدیث نمبر ۳۳۴)

[2] شرح النووی علی صحیح مسلم (۱/۱۶۳، ۱۶۴)

حیض

(۱) اس کی تعریف:

لغت میں حیض کی اصل بہنا ہے۔ یہاں اس سے مراد وہ خون ہے جو بحالت صحت عورت کی قبل سے نکلے اس میں ولادت یا افتضاض[1] نہ ہو۔

(۲) اس کا وقت:

اس کے وقت کے متعلق اکثر علماء کی رائے ہے کہ اس کا وقت لڑکی کے نو برس[2] کی عمر سے قبل شروع نہیں ہوتا۔ اگر وہ اس عمر تک پہنچنے سے قبل خون دیکھے وہ حیض کا خون نہ ہوگا بلکہ کسی بیماری یا خرابی کا خون ہوگا کبھی یہ آخر عمر تک چلا جاتا ہے۔ کوئی ایسی دلیل نہ ہے جس میں ہو کہ اس کی کوئی مدت ہے جہاں جا کے یہ بند ہو جاتا ہے لہٰذا جب کبھی بوڑھی عورت خون دیکھے تو حیض کا خون ہوگا۔

(۳) اس کا رنگ:

حیض کے خون میں شرط ہے کہ اس کا رنگ درج ذیل رنگوں میں سے کسی پر ہو:

(۱) کالا:

کیونکہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کی حدیث ہے انہیں استحاضہ آتا تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ''جب خون حیض ہو تو وہ کالا ہوتا ہے پہچانا جاتا ہے''۔[3]

---

[1] یعنی بکارت زائل ہوتے وقت کا خون۔

[2] یعنی قمری سال اور قمری سال کا اندازہ تقریباً ۳۵۴ دن ہوتا ہے۔

[3] یعرف مجہول ہو تو مطلب یہ کہ عورتیں اسے پہچانتی ہیں یا معروف ہو تو مراد یہ ہے کہ اس کی بو اور سونگھنا محسوس ہوتا ہے۔

تو جب اس طرح ہو تو نماز سے رک جا اور جب دوسرا ہو تو وضو کر اور نماز پڑھ کیونکہ یہ رگ ہے"[1]۔

اور فرماتے ہیں:

اس کے رواۃ سب ثقہ ہیں اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

(ب) سرخ:

کیونکہ یہ اصل خون کا رنگ ہے۔

(ج) زرد:

یہ پیپ کی طرح کا ایک پانی ہے جو عورت دیکھتی ہے اس کے اوپر زردی ہوتی ہے"۔

(د) مٹیالا:

یہ سفید اور کالے رنگ کے درمیان میں ہوتا ہے جیسا گندہ پانی ہو کیونکہ حضرت علقمہ بن ابی علقمہ اپنی والدہ مرجانہ مولاۃ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں فرماتی ہیں: "عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس درجہ[2] بھیجتی تھیں جس میں زردی ہوتی اس میں روئی ڈالتیں۔ وہ فرماتیں تم جلد نہ کرنا جب تک تم سفید قصہ (قصہ۔ روئی یعنی جب تک روئی صاف سفید نہ نکلے کہ اس کے ساتھ زردی نہ ملی

---

[1] سنن ابی داؤد (۱/ ۱۹۷) حدیث نمبر (۱۱۰) وسنن النسائی مع شرح السیوطی (۱/ ۱۸۵)

[2] درجہ۔ د پر زیر اور "ج" پر زبر درج (پیش اور ساکن والا) کی جمع ہے یہ ایک برتن ہے جس میں عورت اپنا سامان اور خوشبو رکھتی ہے۔ یا پہلا حرف پر پیش پھر ساکن حرف ہے یہ درج کا مؤنث ہے وہ ایسی روئی وغیرہ ہے جسے عورت داخل کرتی ہے تاکہ پہچان کرے کہ حیض کا کچھ اثر باقی رہ گیا ہے یا نہیں۔ جب کہ کرسف روئی کو کہتے ہیں۔

ہو) نہ دیکھ لو" (مالک، محمد بن حسن، بخاری نے اسے معلق بیان کیا ہے[1]) مٹیالا اور زردی بھی ایام حیض میں حیض ہی ہوگا جب کہ دیگر ایام میں حیض شمار نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے فرماتی ہیں:

"ہم پاک ہو جانے کے بعد زرد اور مٹیالے رنگ کو کچھ نہ شمار کرتی تھیں"۔

(ابوداؤد، بخاری لیکن انہوں نے "بعد الطهر" کا لفظ ذکر نہیں کیا)[2]

(۴) اس کی مدت:[3]

حیض کے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا اور نہ ہی اس کی مدت کے تعین میں کوئی ایسی دلیل ہے جو قابل حجت ہو کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس عورت کے متعلق فتویٰ پوچھا جو خون بہاتی ہو؟ فرمایا:

وہ ان راتوں اور دنوں کا اندازہ دیکھ لے جن میں اسے حیض آتا تھا وہ مہینے میں یہ اندازہ رکھے تو نماز چھوڑ دے اور استثفار کرے[4] پھر نماز پڑھ لے"۔

(اسے سوائے ترمذی کے پانچوں نے روایت کیا ہے)[5]

---

[1] موطا امام مالک (۵۹/۱) حدیث نمبر ۹۷۔ اور امام بخاری نے اسے معلق ذکر فرمایا ہے دیکھیے صحیح بخاری مع فتح الباری (۴۲۰/۱) باب نمبر ۱۹۔ کتاب الحیض۔

[2] دیکھیے صحیح بخاری مع فتح الباری (۴۲۶/۱) حدیث نمبر ۳۲۶۔

[3] علماء نے مدت میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کم از کم کی کوئی حد نہ ہے۔ اوروں نے کہا کم از کم مدت ایک دن اور رات ہے۔ بعض نے تین دن کہا۔ لیکن اکثر کے ہاں دس دن جب کہ پندرہ دن بھی کہا گیا ہے۔

[4] استثفار کا مطلب یہ کہ وہ اپنی شرم گاہ پر کپڑا مضبوط باندھ لے۔

[5] مسند امام احمد (۲۹۳/۶) وسنن النسائی مع شرح السیوطی (۱۱۹،۱۲۰/۱)

اگر اس کی طے شدہ عادت نہ ہو تو وہ خون سے پہچانے گئے قرائن کی طرف لوٹے گی جیسا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا کی حدیث پیچھے گزر چکی۔ اسی متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''جب خون حیض کا ہو تو وہ کالا ہوتا ہے پہچانا جاتا ہے''۔[1]

تو حدیث سے اس بات کی دلیل ملی کہ حیض کا خون دوسروں سے الگ ہوتا ہے۔ عورتوں کے ہاں معروف ہوتا ہے۔

(۵) دو حیضوں کے درمیان پاکیزگی کی مدت:

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دو حیضوں کے درمیان رکاوٹ بننے والی پاکیزگی کی زیادہ سے زیادہ کوئی حد نہ ہے۔ کم از کم میں ان کا اختلاف ہے بعض نے اس کا اندازہ پندرہ دن رکھا ہے جب کہ ایک فریق نے تیرہ دن بتلایا ہے۔ حق بات یہ ہے کہ اس کے کم از کم اندازے میں کوئی ایسی روایت نہیں آئی جو قابل حجت ہو۔

نفاس

(۱) اس کی تعریف:

وہ ایسا خون ہے جو ولادت کی وجہ سے عورت کی قبل سے نکلتا ہو گو کہ بچہ کچا گر جائے۔

(۲) اس کی مدت:

کم از کم نفاس کی کوئی حد نہ ہے۔ کچھ دیر دیکھا جائے گا جب وہ جنم دے اس کا خون ولادت کے بعد رک جائے یا بغیر خون کے ہی جنم دے اور اس کا نفاس ختم ہو جائے تو اس پر نماز، روزہ وغیرہ وہ کچھ لازم ہوگا جو پاک عورتوں پر لازم ہوتا ہے۔

---

[1] اس کی تخریج ابھی پیچھے گزری ہے۔

رہی زیادہ مدت تو وہ چالیس دن ہے۔ کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے فرماتی ہیں: ''نفاس والیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چالیس روز تک بیٹھی رہتیں''۔ (اسے سوائے نسائی کے پانچوں نے روایت کیا ہے) ترمذی اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: ''اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم، تابعین اور بعد کے اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ نفاس والیاں چالیس دن تک نماز چھوڑیں گی الا یہ کہ وہ اس سے قبل طہارت دیکھ لے تو وہ غسل کرے گی اور نماز پڑھے گی۔ اگر وہ چالیس دن کے بعد خون دیکھے تو اکثر اہل علم کہتے ہیں: ''وہ چالیس دنوں کے بعد نماز نہ چھوڑے گی۔[1]

حیض ونفاس والیوں پر جو کچھ حرام ہے:

حیض اور نفاس والیاں ان تمام چیزوں میں جنبی کے ساتھ شامل ہوں گی جو پیچھے جنبی پر حرام گزر چکی ہیں ان تینوں میں سے ہر ایک کو حدث اکبر والا محدث کہا جاتا ہے۔ پیچھے گزری چیزوں پر مزید کچھ امور حیض ونفاس والیوں پر حرام ہوں گے۔

(۱) روزہ:

حیض ونفاس والیوں کے لئے روزہ رکھنا حلال نہ ہوگا۔ اگر وہ روزہ رکھ لے تو اس کا روزہ منعقد نہ ہوگا وہ باطل واقع ہوگا۔ رمضان کے مہینہ میں ایام حیض ونفاس میں جو روزے اس سے چھوٹ جائیں ان کی قضاء اس پر واجب ہوگی۔ لیکن جو نمازیں اس سے رہ گئی ہوں وہ اس سے الگ حکم ہے کیونکہ مشقت کو دور کرنے کے لئے اس پر نماز کی قضاء واجب نہ ہوگی اس لئے کہ روزے کے برعکس نماز کا دہرانا زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا فطر میں عید گاہ کی طرف نکلے تو عورتوں کے

---

[1] دیکھئے مسند امام احمد (۶/۳۰۴) وجامع الترمذی (۱/۲۵۷، ۲۵۶) حدیث نمبر ۱۳۹۔

پاس سے گزرے فرمایا:

''اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ کرو میں نے تم میں سے زیادہ کو اہل نار دیکھا ہے''۔

انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں؟ فرمایا تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم میں سے کسی ایک سے بڑھ کر عقل اور دین میں کم پختہ عزم مرد کی عقل کو بہت لے جانے والا کسی کو نہیں دیکھا'' انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے دین اور عقل کی کمی کیا ہے؟ فرمایا کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف نہ ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایا یہ اس کی عقل کی کمی ہے۔ کیا جب اسے حیض آئے وہ نماز نہیں چھوڑتی روزہ نہیں چھوڑتی؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ فرمایا: تو یہ اس کے دین کی کمی ہے''۔[1]

حضرت معاذہ سے مروی ہے فرماتی ہیں:

''میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: حائض کا کیا حال ہے وہ روزہ قضاء کرتی ہے جب کہ نماز قضاء نہیں کرتی؟ فرماتی ہیں۔ ہمارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے یہ بات ہوتی تو ہمیں روزہ کی قضاء کا حکم دیا جاتا اور ہمیں نماز کی قضاء کا حکم نہ دیا جاتا تھا''۔ (اسے سب نے روایت کیا ہے)[2]

(۲) جماع:

یہ کتاب وسنت کی نص اور مسلمانوں کے اجماع سے حرام ہے اور حائض اور نفاس والیوں سے جماع حلال نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں۔ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: ''جب یہود کی عورت حائضہ ہوتی وہ اس کے ساتھ نہ کھاتے پیتے اور نہ مل بیٹھتے۔ اصحاب نبی ﷺ نے سوال کیا تو اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل

---

[1] صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/۴۰۵) حدیث نمبر ۳۰۴۔

[2] صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۵۳)

فرمایا:

﴿ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴾

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۲)

''وہ لوگ آپ سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو وہ تو نجاست ہے سوایام حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو۔ ہاں جب پاک ہو جائیں تو جس طریق سے اللہ نے تمہیں ارشاد فرمایا ہے ان کے پاس جاؤ کچھ شک نہیں کہ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم سوائے نکاح کے سب کچھ کرو الفاظ دیگر سوائے جماع ہے''۔

(اسے سوائے بخاری کے سب نے روایت کیا ہے)[1]

نووی فرماتے ہیں: اگر کوئی مسلمان حائض سے اس کی فرج میں جماع حلال ہونے کا اعتقاد رکھے تو وہ کافر، مرتد ہو جائے گا۔ اور اگر بھول سے اس کی حلت کا اعتقاد نہ رکھ کے یہ کام کرلے یا اسے حرمت کا یا حیض کی موجودگی کا علم نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہ ہے اور نہ کوئی کفارہ۔ اور اگر وہ یہ کام حیض اور تحریم کو جانتے ہوئے عمداً پسند کر کے کرے تو وہ بہت بڑی معصیت کا مرتکب ہوا اس پر اس سے توبہ واجب ہوگی۔ جب کہ کفارہ کے وجوب پر دو قول ہیں: ان میں سے صحیح ترین یہ ہے کہ اس پر کفارہ نہ ہے۔ پھر فرماتے ہیں: دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ناف سے اوپر گھٹنوں سے نیچے اس کے ساتھ

---

[1] دیکھئے صحیح مسلم مع شرح النووی (۱/۱۴۲)

مباشرت کرے تو یہ بالا جماع حلال ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ عورت کے ساتھ مباشرت ناف اور گھٹنوں کے درمیان کرے وہ قبل اور دبر میں نہ ہو اکثر علماء اس کی حرمت بتلاتے ہیں۔ پھر نووی نے کراہت کے ساتھ اس کی حلت کو اختیار کیا ہے کیونکہ دلیل کی رو سے یہی قوی ترین ہے۔[1] جس دلیل کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے وہ ازواج نبی ﷺ سے مروی ہے: ''جب نبی ﷺ حائض سے کچھ کرنا چاہتے اس کی فرج پر کوئی چیز رکھ دیتے''۔[2] حافظ فرماتے ہیں اس کی سند قوی ہے۔ حضرت مسروق بن اجدع سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: جب مرد کی بیوی حائض ہو تو اس کے لئے اپنی بیوی سے کیا (حلال) ہے؟ فرمایا: ''سوائے فرج کے ہر چیز''۔[3]

---

[1] دیکھئے شرح صحیح مسلم للنووی (۱/۱۴۲٬۱۴۱)

[2] سنن ابی داؤد (۱/۱۸۶) حدیث نمبر ۲۷۲۔

[3] اس مفہوم کی روایت مؤطا امام مالک میں حضرت زید بن اسلمؒ سے بھی مروی ہے دیکھئے:
مؤطا امام مالک (۱/۵۷) حدیث نمبر ۹۳۔باب ما یحل للرجل من امرأۃ وھی حائض.

استحاضہ

(۱) اس کی تعریف:

(۱) یہ خون کے مسلسل چلتے رہنے اور بغیر وقت آنے کا نام ہے۔

(۲) مستحاضہ کے احوال:

مستحاضہ کے تین حالات ہیں:

(ل) اس کے ہاں استحاضہ سے قبل حیض کی مدت معروف ہو۔ اس حالت میں اس کی جو مدت معروف ہے وہ حیض کی مدت ہوگی جب کہ باقی استحاضہ۔ کیونکہ حضرت ام سلمہ کی حدیث ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے اس کے متعلق فتویٰ پوچھا جو خون بہاتی ہو؟ فرمایا:"

"وہ ان راتوں اور دنوں کا اندازہ کرلے جن میں اسے حیض آتا تھا ان کا اندازہ مہینے سے ہوگا پھر غسل کر لے گی اور مضبوط کپڑا باندھے گی تو پھر وہ نماز پڑھے گی"۔ (مالک، شافعی اور سوائے ترمذی کے پانچوں نے)[1]

نووی فرماتے ہیں: اس کی سند ان دونوں کی شرط پر ہے۔ خطابی فرماتے ہیں: یہ اس عورت کا حکم ہے جس کے مہینے میں ایام معلوم ہوں کہ جب ایام صحت میں اسے حیض آتا ہو یعنی کسی علت/ بیماری کے پیدا ہو جانے سے قبل۔ پھر خون کا بہنا استحاضہ ہوگا۔ یہ بہنا جاری رہے تو نبی ﷺ نے اسے حکم فرمایا کہ وہ مہینے میں ان کے ایام میں نماز چھوڑ دے جن میں اسے یہ تکلیف پہنچنے سے پہلے حیض آتا

---

[1] موطا امام مالک (۶۲/۱) حدیث نمبر ۱۰۵، وکتاب الأم از امام شافعی (۶۰/۱)

تھا۔ جب وہ ان ایام کی تعداد پوری کر لے وہ ایک مرتبہ غسل کرے گی اور اس کا حکم پاک عورتوں والا حکم ہوگا۔[1]

(ب) خون اس کا چلتا رہتا ہو لیکن اس کے ایام معروف نہ ہوں۔ یہ یا تو اس کے حسب عادت ہو یا وہ مستحاضہ ہو چکی ہو اور وہ حیض کے خون کی تمیز نہ کر سکتی ہو تو اس حالت میں اس کا حیض عام عورتوں کی عادت کے مطابق چھ دن یا سات دن ہوگا۔ کیونکہ حضرت حمنہ بنت جحش کی حدیث ہے: فرماتی ہیں مجھے شدید اور کثیر استحاضہ آتا تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آپؐ کو خبر کرنے اور آپؐ سے فتویٰ پوچھنے کے لئے آئی۔ میں نے آپؐ کو اپنی بہن زینب بن جحش کے گھر پایا۔ کہتی ہیں میں نے کہا:

اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے شدید اور کثیر استحاضہ آتا ہے آپؐ اس متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اس نے تو مجھے نماز اور روزے سے روک دیا ہے۔ فرمایا:

''میں تجھے روئی[2] بتاتا ہوں وہ خون کو لے جائے گی''۔

کہتی ہیں وہ اس سے زیادہ ہے۔ فرمایا: تو تو مضبوط کپڑا باندھ۔ میں نے کہا میں تو تیز بہاتی ہوں۔ فرمایا:

''میں تجھے باتیں بتاتا ہوں ان میں سے جو بھی کر لو وہ تجھے دوسرے سے کفایت کرے گا''۔

اگر تو اس پر قوت پائے تو تو بہتر جانتی ہے۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا:

''یہ تو شیطان کی ایڑوں میں ایک ایڑ ہے۔ تو اللہ کے علم کے مطابق چھ سے

---

[1] دیکھئے معالم السنن علیٰ سنن ابی داؤد از امام خطابی (۱/ ۱۸۸) تعلیق نمبر۱۔

[2] (انعت لک الکرسف: میں تجھے روئی بتاتا ہوں۔ تلجمی: تو خون کی جگہ ایک مضبوط کپڑا لگام کی طرح باندھ۔ ثج: تیز چلنا ہے)

سات دنوں تک حیض شمار کر پھر غسل کر۔ حتیٰ کہ جب تو دیکھے تو پاک اور صاف ہو چکی تو تو چوبیس راتیں یا تئیس راتیں اور ان کے دنوں میں نماز پڑھ یہ تجھے کفایت کرے گا''۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دونوں کاموں میں سے یہ مجھے زیادہ پسند ہے''۔[1]

اسی طرح تو ہر ماہ میں کر جیسے عورتوں کو حیض آتا ہے۔ اور جیسے وہ اپنے وقت کے مطابق حیض اور طہارت حاصل کرتی ہیں۔ اور اگر تو طاقت رکھے تو ظہر کو مؤخر کرے اور عصر کو جلدی کرے تو تو غسل کر اور ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھ لے۔ پھر مغرب کو مؤخر کر اور عشاء کو جلد کر اور دونوں نمازوں کو جمع کرے تو کر لے۔ تو فجر کے ساتھ غسل کر اور نماز پڑھ لے۔ اسی طرح تو کیا کر اگر اس پر قدرت ہو تو نماز پڑھ اور روزہ رکھ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا دونوں کاموں میں سے مجھے یہ زیادہ پسند ہے۔ (احمد' ابوداؤد' ترمذی نیز ترمذی فرماتے ہیں میں نے امام بخاری سے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا حدیث حسن ہے[2] اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث پر تعلیق میں خطابی فرماتے ہیں:

''یہ عورت ابتداء والی تھی اس کے ایام نہ گزرے تھے اور نہ یہ اپنے خون کی تمیز کرنے والی تھی اس کا یہ خون چلتا رہا حتیٰ کہ اس پر غالب آ گیا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اس کا معاملہ عورتوں کے احوال کے مطابق غالب امر اور ظاہر عرف کی طرف پھیر دیا جیسا کہ اس کے حیض کے معاملہ کو ہر ماہ میں ایک مرتبہ عام عورتوں کی عادت پر محمول کیا۔ اس پر آپ ﷺ کا یہ فرمان دلیل ہے:

---

[1] مسند امام احمد (۶/۴۳۹) وسنن ابی داؤد (۱/۲۰۱'۲۰۰'۱۹۹) حدیث نمبر ۲۸۷۔

[2] مسند امام احمد (۶/۴۳۹) وجامع الترمذی (۱/۲۲۱ تا ۲۲۵) حدیث نمبر ۱۲۸۔

''جیسا کہ عورتیں اپنے مقررہ اوقات میں حیض اور طہارت حاصل کرتی ہیں''۔[1]

فرماتے ہیں:

''حیض، حمل، بلوغت اور اس طرح کے عورتوں کے معاملات میں ایک دوسرے پر قیاس کرنے میں یہی دلیل ہے''۔[2]

(ج) یہ کہ اس کی عادت نہ ہو۔ لیکن وہ حیض کے خون کو دوسرے سے تمیز کر سکتی ہو اس حالت میں وہ تمیز پر عمل کرے گی۔ کیونکہ حضرت فاطمہ بنت ابی جیش کی حدیث ہے: ''انہیں استحاضہ آتا تھا تو نبی ﷺ نے ان سے سے فرمایا:

''جب خون حیض کا ہو تو وہ کالا ہوتا ہے پہچانا جاتا ہے جب اس طرح کا ہو تو تو نماز سے رک جا۔ جب دوسرا ہو تو وضو کر اور نماز پڑھ سوائے اس کے نہیں یہ ایک رگ ہے اور یہ گزر چکا ہے۔[3]

(۳) اس کے احکام:

مستحاضہ کے کچھ احکام ہیں جو ہم خلاصۃً ذیل میں بتاتے ہیں:

(ا) اس کے لئے جب اس کا حیض بند ہو جائے ایک مرتبہ سے بڑھ کر کسی نماز کے لئے اور نہ ہی کسی وقت کے لئے غسل واجب ہوگا۔

(ب) اس پر ہر نماز کے لئے وضو واجب ہوگا کیونکہ بخاری کی روایت میں آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''پھر تو ہر نماز کے لئے وضو کر''۔[4] امام مالک کے

---

[1] حدیث کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔

[2] دیکھئے معالم السنن از امام خطابی (۲۰۱/۱) تعلیق نمبر ا۔

[3] اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

[4] اس کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے۔

نزدیک اس کے لئے ہر نماز پر وضو مستحب ہوگا اور بغیر دوسرے حدث کے واجب نہ ہوگا۔

(ج) کہ وہ وضوء سے قبل اپنی فرج دھولے اور اسے کسی کپڑے یا روئی سے صاف کرلے تاکہ نجاست دور ہو اور کم ہو۔ اگر اس کے ساتھ بھی خون نہ رکے تو اس کے ساتھ اپنی فرج پر مضبوط کپڑا باندھے۔ لجام اور استثفار[1] کرے یہ واجب نہ ہے بلکہ بہتر ہے۔

(د) جمہور کے نزدیک نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے وہ وضو نہ کرے۔ کیونکہ اس کی طہارت ضروری ہے تو اسے وقت حاجت سے پہلے کرلینا اس کے لئے مناسب نہ ہے۔

(ہ) اس کے خاوند کے لئے جائز ہے کہ وہ خون جاری ہونے کی حالت میں اس سے جماع کرسکتا ہے کیونکہ اس سے جماع کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں آئی۔

حضرت ابن عباس فرماتے: مستحاضہ کے پاس اس کا خاوند آسکتا ہے۔ (بخاری) یعنی جب اس کے خون کے جریان میں اس کے لئے نماز جائز ہے۔ جن چیزوں میں طہارت شرط ہے ان میں سب سے عظیم یہی ہے تو اس سے جماع بھی جائز ہوگا۔[2] عکرمہ بنت حمنہ کہتی ہیں:

"وہ مستحاضہ ہوتی اور اس کا خاوند اس سے جماع کرتا تھا"۔[3]

نووی کہتے ہیں اس کی سند حسن صحیح ہے۔

(و) بے شک اس کے لئے پاک عورتوں کا حکم ہے۔ وہ نماز پڑھے گی، روزہ

---

[1] ان دونوں کا مفہوم پیچھے گزر چکا ہے

[2] دیکھئے صحیح بخاری مع فتح الباری (۱/ ۴۲۸) یہ قول ترجمۃ الباب میں معلق بیان کیا گیا ہے۔

[3] سنن ابی داؤد (۱/ ۲۱۶) حدیث نمبر ۳۱۰۔

رکھے گی، قرآن کو چھوئے گی، اسے اٹھائے گی اور تمام عبادات ادا کرے گی۔
اس پر اجماع ہو چکا ہے۔[1]

[1] حیض کا خون گندہ ہوتا ہے۔ جب کہ استحاضہ کا خون ایک فطری خون ہے اس لئے دوسرے کی بجائے پہلے میں عبادات سے منع کیا گیا ہے۔
امام نووی کا یہ کلام المجموع شرح المہذب میں ہے جبکہ قدرے اختصار کے ساتھ دیکھئے شرح صحیح مسلم (۱/۱۴۲،۱۴۱)۔

ہماری چند دیگر کتب